مظلوم صحابہؓ کی داستانیں

یعنی

مصائب الصحابہؓ

ظالم و جابر کفار و مشرکین کی طرف سے صحابہ کرامؓ
پر ہونے والے مظالم و شدائد کی لرزہ خیز داستانیں

مؤلف

مولانا نور الحسن بخاریؒ

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۷۳۵۲۴۸۳

مظلوم صحابہؓ کی داستانیں

یعنی

مصائب الصحابہؓ

ظالم و جابر کفار و مشرکین کی طرف سے صحابہ کرامؓ
پر ہونے والے مظالم و شدائد کی لرزہ خیز داستانیں

مؤلف

مولانا نور الحسن بخاری

بیت العلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۵۲۸۳۲

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ!

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جہاں تبلیغ و اشاعت اسلام ہجرت اور جہاد کے سلسلہ میں شریک کار نبوت ہیں۔ وہاں تعذیب و اذیت فی سبیل اللہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک و سہیم ہیں۔

اصحابؓ رسولؐ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس دردناک ایذا و تعذیب کا ہدف و نشانہ بنے۔ کفار و مشرکین مکہ نے پروانگانِ شمع رسالت کو جس بری طرح انگاروں پر تڑپایا۔ خاک و خون میں لوٹایا، نیزوں میں پرویا اور تیروں سے چھلنی کیا۔ اس کا تصور بھی انسان کو لرزہ براندام کر دیتا ہے۔ بعض مظلوم و بیکس حضرات تو مصائب و مظالم کے شکنجے میں ایسے کسے گئے کہ جانبر نہ ہو سکے اور جام شہادت پی لیا۔ رہی زندان و سلاسل، قید و بند، بھوک پیاس، تشنگی و عریانی اور لسانی تعذیب و تکلیف، سب و شتم کی بات، سو اس کا تو ذکر ہی کیا؟

غرض صحابہ کرامؓ کو محض اسلام سے آنے کی وجہ سے جن دردناک مظالم و شدائد کا شکار ہونا پڑا، تاریخ انسانی اس کی نظیر و مثال پیش کرنے سے عاجز ہے پھر کس قدر ایمان افروز ہے یہ حقیقت! کہ آگ اور خون کا یہ طوفان کسی ایک مظلوم و مقہور صحابیؓ کو بھی متزلزل نہ کر سکا۔ اور خونخوار و جفا کار سفاک و ظلام کفار و قریش کی یہ جلادی و خون آشامی بلاکشانِ محبت و سوختگانِ عشق کی پوری جماعت میں سے کسی ایک فرد کو بھی اپنے مقام سے نہ ہلا سکی۔ بلکہ الٹا ان عشاق کے لیے یہ ابتلاء و مصیبت، راحت ہی راحت تھی۔

مصیبت عین راحت ہے اگر ہو عاشق صادق
کوئی پروانے سے پوچھے کہ جلنے میں مزا کیا ہے؟

جب دل میں دردِ وسوزِ محبت ہو تو خنجرِ قاتل، ہلالِ عید نظر آتا ہے ۔

عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

دنیا میں مظلوموں کی کمی نہیں۔ لوگوں کو ہر قسم کے مظالم برداشت کرنے پڑے۔ مگر جبر و تشدد، ظلم و جور اور تعذیب و اذیت میں لذت اگر پائی تو یارانِ رسولؐ نے! ؎

مقبول جو ہیں شاذ ہیں قاتل تو بہت ہیں
آئینے کی مانند ہیں کم دل تو بہت ہیں

☆ ☆ ☆

وہ کم ہیں تڑپنے میں جنہیں ملتی ہے لذت
یوں آپ کی شمشیر کے بسمل تو بہت ہیں

''مصائب الصحابہ'' ان لرزہ انگیز و زہرہ گداز مصائب و مظالم کی ایک داستان خونچکاں ہے جو صحابہ کرامؓ پر روا رکھے گئے۔ اور ان عاشقانِ پاک طینت نے اسلام کے لیے جیتے جی یہ سب کچھ برداشت کرلیا۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ہمارا اسلام دراصل ثمرہ ہے ان حضرات کی مظلومیت و بلاکشی کا! اور پوری ملت اسلامیہ یارانِ نبیؐ کے اس احسان عظیم کے بارگراں سے قیامت تک سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(بخاری)

نبی کریمؐ اور صحابہ کرامؓ پر مشق ستم

اعدائے دین کفار و مشرکین نے اللہ کی راہ میں حضور کریمؐ اور صحابہ کرام علیہم السلام کی ذات مقدسہ پر جس بیدردی سے مشق ستم کی، تاریخ انسانی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

امام احمد رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لقد اوذیت فی اللہ وما یوذی احد واخفت فی اللہ وما یخاف احد!﴾

"بالتحقیق میں اللہ کی راہ میں (جتنا) مبتلاء اذیت ہوا ہوں۔ اور کوئی (اتنا) ایذا و تکلیف میں گرفتار نہیں ہوا اور اللہ کے راستے میں (جتنا) مجھے مبتلاء خوف کیا گیا (اتنا) اور کسی کو نہیں ڈرایا گیا۔

اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے (بھی) روایت کیا ہے۔ [1]

ایذا و تعذیب کی دو قسمیں

اذیت و تکلیف کی دو قسمیں ہیں:

جسمانی ۔ اور ..... ۔ لسانی

بظاہر جسمانی اذیت زیادہ تکلیف دہ اور جانگسل نظر آتی ہے۔ لیکن دشمن اپنی زبان سے طعن و تشنیع اور سب و شتم کے جو تیر چلاتا ہے۔ اس کے گھاؤ کچھ کم گہرے نہیں ہوتے۔ بلکہ زیادہ گہرے اور ناقابل اندمال ہوتے ہیں۔ نیزے اور تلوار کے زخم تو کچھ دنوں میں بھر جاتے ہیں۔ لیکن جراحات اللسان، مدت العمر نہیں بھرا کرتے ۔

---

[1] "البدایۃ والنہایۃ" جلد ثالث ص ۴۷، نیز اسے ابن حبان اور ابو نعیم نے بھی روایت کیا ہے۔

(حیات الصحابہؓ اردو حصہ دوم ص ۴۷۸)

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ماجرح اللسان

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کو دونوں قسم کی تعذیب واذیت کا ہدف ونشانہ بنایا گیا۔

رحمتِ عالمؐ کی مظلومیت

۱:- امام ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

قریش کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں (صحابہ کرامؓ) کی عداوت ومخالفت کا جذبہ انتہائی شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے اپنے اوباشوں کو حضور کے خلاف برانگیختہ کر دیا۔

﴿فکذبوه واذوه ورموه بالشعر والسحر والكهانة والجنون [1]﴾

"چنانچہ انہوں نے آپ کی تکذیب کی۔ آپ کو ایذا وتکلیف دی اور آپ پر شاعری جادوگری، کہانت اور جنون کی تہمت لگائی۔"

اسلام کی دعوت توحید پر مشرکین مکہ نے مشتعل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم وستم اور جور وبیداد کی انتہا کر دی۔

۲:- "سیرت النبیؐ" میں ہے:

(یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھاتے، نماز پڑھتے وقت ہنسی اڑاتے۔ سجدہ میں آپ کی گردن پر اوجھڑی لا کر ڈال دیتے۔ گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچتے کہ گردن مبارک میں بدھیاں پڑ جاتیں۔ باہر نکلتے تو شریر لڑکے پیچھے پیچھے غول باندھ کر چلتے [2] نماز باجماعت میں قرآن زور سے پڑھتے تو قرآن، قرآن لانے والے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کے اتارنے والے

---

[1] سیرت ابن ہشام جز واول ص ۳۰۸۔

[2] مسند امام احمدؒ جلد اول ص ۳۰۲۔

خدا کو گالیاں دیتے تھے![2]

اب اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل ملاحظہ ہو:

۳:- امام بخاری رحمہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر مشرکین مکہ کے مظالم کا مستقل باب باندھا ہے۔ اس میں حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) سے روایت ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے۔ اور قریش کے لوگ اردگرد موجود تھے۔ عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھ (نجاست سمیت) لے کر آیا۔ اور حضورؐ کی پشت (مبارک) پر ڈال دی۔ حضورؐ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں۔ اور اسے حضورؐ کی پیٹھ سے ہٹایا۔ اور عقبہ کو بددعا دی۔ حضورؐ نے (فارغ ہو کر) روساء قریش، ابوجہل، عقبہ، شیبہ، امیہ بن خلف (وغیرہ) کے لیے اللہ سے بددعا فرمائی۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ یہ بدر کے دن قتل ہوئے۔ اور ایک (اندھے) کنوئیں میں ڈال دیئے گئے۔ سوائے امیہ کے! کہ اس کا جوڑ جوڑ کٹ کر (جدا ہو) گیا تھا۔ لہٰذا وہ کنوئیں میں نہ ڈالا جا سکا۔[3]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ یہی روایت امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ:

بخاریؒ نے اسے اپنی صحیح میں متعدد مواضع پر اور مسلمؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور صحیح (بخاری) کے بعض الفاظ میں ہے۔ کہ جب قریش نے یہ کیا تو ہنسنے لگے۔ یہاں تک کہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ لعنہم اللہ۔ اور اس روایت میں ہے کہ جب (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے وہ اوجھ حضور سے ہٹائی۔ تو انہیں برا بھلا کہا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ہاتھ اٹھا کر ان کے

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۴۳۔

[2] "سیرت النبی" حصہ اول ص ۲۵۵۔ طبع ششم۔

[3] صحیح بخاری باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکۃ۔

لیے بددعا فرمائی۔ جب انہوں نے دیکھا تو ہنسی ختم ہوئی اور آپ ؐ کی بددعا سے ڈر گئے۔[1]

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے یہی روایت صحیح بخاری باب الطہارۃ، باب الجزیہ، باب الجہاد، اور صحیح مسلم اور زرقانی جلد اول ص ۲۹۴ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔[2]

۴:- حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے (عبداللہ) بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ مشرکین نے حضور ؐ پر جو اشد ظلم کیا ہو، اس سے مجھے خبر دیجئے۔ انہوں نے کہا۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آ گیا اور اپنی چادر حضور ؐ کی گردن (مبارک) میں ڈال کر نہایت شدت سے حضور ؐ کا گلا (مبارک) گھونٹا۔ حضرت ابوبکر ؓ آئے۔ اسے کندھوں سے پکڑا اور حضور ؐ سے دفع کیا۔ اور یہ فرمایا:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ۔ (الآیۃ)﴾

''کیا تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ (ہی) ہے۔''

امام بخاری ؒ فرماتے ہیں۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے بھی یہی روایت حضرت عروہ ؓ سے کی ہے۔ حضرت عروہ ؓ فرماتے ہیں۔ میں نے عبداللہ ؓ بن عمرو (بن العاص) سے پوچھا۔ اور عبدہ اور محمد بن عمرو کی روایت میں (عبداللہ بن عمرو کی بجائے) حضرت عمرو بن العاص کا لفظ ہے۔[3]

۵:- امام ابن کثیر رحمہ اللہ یہ حدیث امام بخاری ؒ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں کئی جگہ پر روایت کیا ہے۔ اور بعض روایات میں

---

[1] ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۴۴۔

[2] ''سیرت النبی'' حصہ اول ص ۲۵۵۔

[3] صحیح بخاری باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) کے نام کی صراحت کی ہے۔[1]

اور بیہقی نے بھی حضرت عروہؓ سے (اسی مضمون کی) روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا انہوں نے کہا۔ کہ ایک دن اشراف قریش حرم کعبہ میں جمع ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حجراسود کو بوسہ دیا۔ پھر بیت اللہ کا طواف فرمایا۔ اشراف قریش باتوں سے حضورؐ پر طعنہ زنی کرنے لگے دوسرے اور تیسرے طواف پر بھی اسی طرح طعنے دیتے رہے۔ حضورؐ کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔

دوسرے دن اسی طرح روساء قریش جمع ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

﴿فوثبوا اليه وثبة رجل واحدفاحاطوا به﴾

''تو سب نے حضورؐ کو گھیر لیا۔ اور یکبارگی حضورؐ پر ٹوٹ پڑے۔''

میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا۔ اس نے اپنی چادر حضورؐ کے گلے مبارک میں ڈال کر اس کو بل دے کر زور سے اس کو کھینچا۔ حضرت ابوبکرؓ درمیان میں حائل ہو گئے۔ رونے لگے اور کہنے لگے۔ تمہاری خرابی ہو اتقتلون رجلا ان يقول ربي الله۔ اس پر وہ حضورؐ سے ہٹ گئے۔

یہ قریش کا سب سے بڑا ظلم تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے اس قسم کا تشدد کیا ہو۔[2]

۲۔ علامہ حلبی رحمہ اللہ نے اس مضمون کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب ان سے فرمایا، تمہاری خرابی ہو۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۶۔

[2] ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۴۶ ''سیرت ابن ہشام'' جز اول ص ۳۳۰ و سیرت حلبیہ جز واول ص ۳۰۹، ۳۱۰۔

﴿فکفوا عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واقبلوا علیٰ ابی بکر یضربونہ۔[1]﴾

''تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رُک گئے اور حضرت ابوبکرؓ پر پل پڑے اور آپ کو زدوکوب کرنے لگے۔

۷:- امام ابن ہشام رحمہ اللہ امام ابن اسحٰق رحمہ اللہ سے مندرجہ بالا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے خاندان میں سے کسی نے مجھ سے حدیث بیان کی حضرت ام کلثوم نے فرمایا:

﴿لقد رجع ابوبکر یومئذ وقد صدعوا فرق رأسہ۔[2]﴾

''بالتحقیق اس دن حضرت ابوبکرؓ اس حال میں گھر واپس آئے کہ مشرکین نے آپ کا سر مبارک آگے سے پھاڑ دیا تھا۔''

۸:- امام ابن ہشام رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ بعض اہل علم نے مجھے خبر دی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے سب سے زیادہ سخت تکلیف یہ اٹھائی کہ آپ ایک دن گھر سے نکلے۔

﴿فلم یلقہ احد من الناس الا کذبہ و آذاہ لاحر و لا عبدٌ﴾

''تو لوگوں میں سے آپ کو جو بھی ملا خواہ وہ آزاد تھا خواہ غلام۔ اس نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو تکلیف دی۔''

آپ گھر واپس لوٹے تو آپؐ نے اس شدت تکلیف کی وجہ سے جو آپ کو

---

[1] ''سیرت حلبیہ'' جزء اول ص ۴۳۰۔

[2] ''سیرت ابن ہشام'' جزء اول ص ۲۹۰۔

پہنچی تھی، کپڑا اوڑھ لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا:

﴿یاایھا المدثر قم فانذر۔[1]﴾

"اے کپڑا اوڑھنے والے! اٹھو پھر کافروں کو) ڈراؤ۔"

۹:- امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آزاد و غلام، قوی و ضعیف اور غنی و فقیر سب کو دعوتِ اسلام دینی شروع کی تو اشداء واقویاء مشرکین قریش، آپؐ اور جو بھی ضعیف آپؐ کی اتباع کرتا تھا، کی اذیت قولی و فعلی کے درپے ہو گئے۔

﴿وکان من اشد الناس علیہ عمہ ابولھب وامرأتہ ام جمیل﴾

"اور آپؐ پر سب لوگوں سے زیادہ سختی کرنے والا آپ کا چچا ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل تھی۔"

امام احمد رحمہ اللہ حضرت ربیعہؓ دیلی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے عہد جاہلیت میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار ذوالمجاز میں فرماتے تھے:

﴿یاایھا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا﴾

"لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔"

لوگ آپ کے اردگرد جمع تھے۔ اور آپ کے پیچھے ایک روشن چہرے والا بھینگا شخص تھا۔ جہاں حضورؐ تشریف لے جاتے وہ پیچھے پیچھے جاتا اور کہتا انہ صابی کاذب۔ (معاذ اللہ) یہ بے دین اور جھوٹا ہے۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتلایا یہ آپ کا چچا ابولہب ہے۔

بیہقی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ نیز بیہقی کی دوسری روایت میں ہے۔

---

[1] "سیرت ابن ہشام" جزو اول۔ ص۔ ۲۱۰۔

حضرت ربیعہ دیلی کہتے ہیں۔ ''میں نے ذی المجاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ لوگوں کی اقامت گاہوں میں جا جا کر انہیں اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ اور آپ کے پیچھے ایک بھینگا شخص تھا۔ جس کے رخسار آگ کی طرح روشن تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''لوگو! یہ تم کو تمہارے آباء و اجداد کے دین سے برگشتہ کر دے۔'' میں نے کہا یہ کون ہے؟ کہا گیا، یہ ابولہب ہے۔[1]

پھر بیہقی نے کنانہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذوالمجاز میں دیکھا۔ آپ فرماتے تھے۔ لوگو! لا الہ الا اللہ کہو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔ ابوجہل آپ کے پیچھے پیچھے آپ پر مٹی پھینکتا جاتا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا۔ لوگو! یہ تم کو تمہارے دین کے بارے میں دھوکا نہ دے دے۔ یہ چاہتا ہے، کہ تم لات و عزیٰ کی عبادت چھوڑ دو۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ روایت میں ابوجہل ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ وہ ابولہب تھا۔[2]

ایک اور مقام پر امام ابن کثیر رحمہ اللہ یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس روایت میں ابوجہل کا لفظ وہم ہے۔ نیز احتمال ہے کہ ایک دفعہ ابولہب ہو اور دوسری دفعہ ابوجہل ہو۔ اور یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار رہے تھے۔[3]

مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے یہ روایت مسند امام احمد جلد ۴ ص ۶۳ کے حوالے سے نقل کی ہے۔[4]

۱۰۔ حافظ ابونعیم نے حضرت عباس سے روایت کی ہے کہ:

---

[1] یہ روایت ابونعیم نے بھی دلائل میں روایت کی ہے۔ (''البدایہ والنہایہ'' جلد ۳ ص ۱۳۹)

[2] ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۴۱۔

[3] ایضاً ص ۱۳۹۔

[4] ''سیرت النبی'' حصہ اول ص ۲۵۶۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمن سے آئے ہوئے قبیلہ کندہ پھر بکر بن وائل کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

﴿وكان عمه ابو لهب يتبعه فيقول للناس لا تقبلوا قوله﴾

''اور آپ کا چچا ابو لہب آپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ اور لوگوں سے کہتا تھا۔ کہ آپ کی دعوت کو قبول نہ کرو۔''

جب حضور قبیلہ کندہ اور بکر بن وائل کو دعوتِ اسلام دے کر واپس ہوئے۔ تو ابولہب وہاں پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے پوچھا، کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟

﴿قال نعم هذا من الذروة منا، الا لاترفعوا برأسه قولا فانه مجنون يهذى من ام راسه۔ [۱]﴾

''کہنے لگا ہاں! یہ ہم میں سے چوٹی کا آدمی ہے۔ مگر خبردار اس کی دعوت پر کان تک نہ دھرنا۔ کیونکہ یہ دیوانہ ہے۔ دماغ پر صدمہ ہے اور اس صدمہ کے اثر سے نامعقول باتیں کرتا ہے۔ (معاذ اللہ)

۱۱:- امام ابن ہشام رحمہ اللہ نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح مستقل باب باندھا ہے۔ ذكر مالقى رسول الله صلى الله عليه وسلم من قومه من الأذى۔ اس میں ہے کہ:

آپ کے چچا ابولہب کی بیوی ام جمیل حمالۃ الحطب کو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے حمالۃ الحطب فرمایا ہے کہ وہ کانٹے اٹھا لاتی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ گزر پر ڈال دیتی تھی۔ [۲]

۱۲:- ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب ام جمیل حمالۃ الحطب نے جو قرآن میں

---

[۱] ''البدایۃ والنہایۃ'' جلد ثالث ص ۱۴۰ - ۱۴۱۔

[۲] ''سیرت ابن ہشام'' ج اول ص ۳۸۰۔

اس کے اور اس کے خاوند کے بارے میں نازل ہوسنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ ام جمیل کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا۔ جب ان کے پاس آ کھڑی ہوئی تو اللہؐ نے حضورؐ کی ذات سے اس کی بینائی اچک لی۔ وہ سوائے ابوبکرؓ کے نہ دیکھ سکی کہنے لگی ''ابوبکر! تیرا دوست کہاں ہے۔؟ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ میری ہجو کرتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں اسے پاتی تو یہ پتھر (معاذ اللہ) اس کے منہ پر مارتی، خدا کی قسم! میں شاعرہ ہوں۔'' پھر کہنے لگی:

﴿مذمما عصينا وامره ابينا و دينه قلينا۔﴾

''ہم نے (معاذ اللہ) مذمم کی نافرمانی کی! اور ہم نے اس کے حکم کا انکار کیا، اور ہم اس کے دین سے بغض رکھتے ہیں۔''

یہ کہہ کر چلی گئی۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس نے آپ کو دیکھا؟ حضورؐ نے فرمایا، اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس کی بصارت چھین لی۔

اور ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مذمم رکھا ہوا تھا۔ پھر وہ آپ کو سب کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی اذیت کو مجھ سے پھیر دیا ہے وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور اس کی ہجو کرتے ہیں۔ اور میں محمد ہوں [1]۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۱۴:- امام ابن سعد رحمہ اللہ حضرت عائشہ (صدیقہ) رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں دو برے ہمسایوں ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان رہتا تھا۔ یہ دونوں غلاظت سے بھری ہوئی اوجھ اور دوسری

[1] ''سیرت ابن ہشام'' ج اول ص ۳۸۱ - ۳۸۲۔

تکلیف دہ چیزیں لے آکر میرے دروازے پر پھینک جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلتے تو فرماتے، اے بنی عبد مناف! یہ کیا ہمسائیگی ہے؟ پھر حضورؐ اس اوجھ وغیرہ کو راستہ سے ہٹا دیتے۔[1]

۱۴:- اور امام ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابولہب، حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن الحمراء اور ابن الاصداء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے تھے۔ اور حضور کو حضورؐ کے گھر میں اذیت و تکلیف پہنچاتے تھے۔ ان میں سے سوائے حکم بن ابی العاص (رضی اللہ عنہ) کے کوئی اسلام نہیں لایا۔ ان میں سے کوئی تو جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو آپ پر بکری کا رحم ڈال دیتا۔ کوئی جب آپ کی ہانڈی پکائی جا رہی ہوتی تو اس پر بکری کی غلاظت ڈال دیتا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پتھر سے ڈھانپ دیتے جب اس قسم کی چیزیں آپ کے دروازے پر لا پھینکتے۔ آپ انہیں لکڑی پر اٹھا لیتے۔ اپنے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے اے بنو عبد مناف! یہ کیا ہمسائیگی ہے؟ پھر اسے راستے سے (ایک طرف) پھینک دیتے۔[2]

۱۵:- بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابو طالب کی وفات تک قریش ڈرتے تھے۔[3]

ابو طالب کی وفات کے بعد تو حضور پر شدائد و مصائب کی کوئی حد نہ رہی۔

بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات ہوئی تو قریش کے اوباشوں میں سے ایک اوباش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر حضورؐ پر مٹی پھینکی۔ آپؐ اپنے گھر لوٹ آئے۔ آپ کی کوئی صاحبزادی آپؐ کے چہرہ مبارک سے مٹی بھی صاف کرتی جاتی تھی

[1] "طبقات" جلد اول ص ۲۰۱۔

[2] "البدایۃ والنہایۃ" جلد ثالث ص ۱۲۲، ۱۳۵، ۱۳۳۔

[3] ایضاً۔

اور روتی بھی جاتی تھی۔ آپ فرماتے جاتے، میری بیٹی! رو و مت! اللہ تیرے باپ کا محافظ ہے۔

زیاد بکائی نے محمد بن اسحاق رحمہ اللہ سے بھی یہ روایت (مرسل) کی ہے۔[1]

۱۶:۔ مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آپؐ نے حرم کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان کیا۔ کفار کے نزدیک یہ حرم کی سب سے بڑی توہین تھی۔ اس لیے دفعۃً ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور ہر طرف سے لوگ آپؐ پر ٹوٹ پڑے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب، حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ گھر میں تھے، ان کو خبر ہوئی۔ دوڑے ہوئے آئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانا چاہا۔ لیکن ہر طرف سے ان پر تلواریں پڑیں اور وہ شہید ہو گئے اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون تھا۔ جس سے زمین رنگین ہوئی۔[2]

۱۷: ابوجہل کی بدزبانی اور حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام:

امام ابن اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

ابوجہل صفا کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گیا۔ حضورؐ کو ایذا و تکلیف دی، سب و شتم کیا۔ اور آپ کے دین میں عیب چینی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خاموش رہے۔ اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی اپنے مسکن سے یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ جب حضرت حمزہؓ اپنی کمان حمائل کیے شکار سے واپس آئے تو اس نے آپ سے کہا اے ابو عمارہ (حضرت حمزہؓ) جو کچھ آپ کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابھی یہاں ابوجہل سے پیش آیا ہے، کاش آپ دیکھتے۔ ابوجہل

---

[1] "البدایہ والنہایہ" جلد ثالث ص ۱۴۲،۱۴۳۔

[2] "سیرت النبیؐ" حصہ اول ص ۲۱۱ بعنوان اسلام کی احوال بسنہ ذکر حارثؓ بن ابی ہالہ۔

نے آپ کو یہاں بیٹھے دیکھا۔ تو اذیت دی، سب وشتم کیا، اور نہایت ناگوار باتیں کیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (خبیث) کو قطعاً کوئی جواب نہ دیا۔

یہ سن کر حضرت حمزہؓ سخت غضبناک ہو گئے۔ ابوجہل کی تلاش میں نہایت تیزی سے چلے۔ راستے میں کسی کے پاس نہ ٹھہرے۔ کعبہ میں داخل ہوئے ابوجہل کو اپنی قوم میں بیٹھے دیکھا۔ اس کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر کھڑے ہو گئے۔

﴿ورفع القوس فضربه بها فشجه شجة منكرة﴾

"اپنی کمان اٹھائی اور اس سے ابوجہل کو مارنے لگے۔ اور اسے نہایت بری طرح زخمی کر دیا۔"

پھر فرمایا۔ تو حضور کو گالیاں بکتا ہے۔ حالانکہ میں بھی آپ کے دین پر ہوں۔ اور وہی کہتا ہوں جو کچھ حضورؐ کہتے ہیں۔ اگر تجھے مجال ہے۔ تو میرا مقابلہ کر۔

بنو مخزوم کے کچھ لوگ اٹھے تاکہ ابوجہل کی مدد کریں۔ مگر ابوجہل نے انہیں کہا۔ ابوعمارہ کو کچھ نہ کہو۔ واللہ میں نے ان کے بھتیجے کو بہت گندی گالیاں دی ہیں۔

جب حمزہؓ اسلام لائے تو قریش نے جان لیا۔ کہ اب حضورؐ پر کوئی دست درازی نہیں کر سکے گا۔ حمزہؓ آپ کی حفاظت وحمایت کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ [1]

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

پھر حضرت حمزہؓ اپنے گھر لوٹ آئے۔ تو شیطان نے آپ کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ "آپ قریش کے سردار ہیں۔ اور اس بے دین (حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع ہو گئے ہیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دیا ہے۔ اس سے تو موت بہتر ہے۔"

---

[1] "سیرت ابن ہشام" جزو اول ص ۳۱۲، ۳۱۳ "البدایہ والنہایہ" جلد ۳ ص ۳۳ طبرانی (حیات الصحابہ) حصہ دوم ص ۴۸۵۔

اس پر حضرت حمزہؓ نے اپنی جی میں غور کیا۔ اور کہا ''الٰہی! اگر میرے اس کام میں ہدایت و بھلائی ہے۔تو میرے دل میں اس کی تصدیق ڈال دے ورنہ میرے لیے اس سے نجات کی سبیل پیدا فرما دے۔''

یہ رات حضرت حمزہؓ نے بے طرح وسوسہ شیطانی میں گزاری۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا ''میرے بھتیجے! میں ایک ایسے معاملہ میں پڑا ہوں۔ جس سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرا موقف ہدایت پر مبنی ہے یا شدید گمراہی پر۔ میرے بھتیجے! میری خواہش ہے، کہ آپ مجھ سے کوئی بات کریں۔''

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپ کو وعظ و تذکیر فرمائی، خوف دلایا اور بشارت دی۔ پس ارشادات نبویؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت حمزہؓ کے قلب میں ایمان ڈال دیا۔ وہ بول اٹھے:

''میں سچی شہادت دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔ اے میرے بھتیجے! آپ اپنے دین کو ظاہر فرمائیں۔'' پس حضرت حمزہؓ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت اور غلبہ دیا۔

اور اسی طرح بیہقیؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔[1]

اور امام ابن اسحاق رحمہ اللہ کے سوا حضرت حمزہؓ کے اسلام کے قصہ میں کسی نے یہ زیادہ کیا ہے کہ حضرت حمزہؓ نے فرمایا میں نے جوش غضب میں (ابوجہل سے) کہہ تو دیا کہ ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں'' لیکن بعد میں مجھے اپنی قوم اور اپنے آباء کا دین ترک کرنے پر بڑی ندامت ہوئی۔ رات میں نے بڑے شک و تردد میں گزاری اور رات بھر مجھے نیند نہ آئی۔ پھر میں کعبہ میں آیا۔

﴿وتضرعت الی اللہ سبحانہ ان یشرح صدری للحق ویذھب عنی الریب﴾

[1] ''البدایۃ والنھایۃ'' جلد ثالث ص ۳۳۔

''اور اللہ سبحانہ، کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کی کہ حق کے لیے میرا سینہ کھول دے اور شک و ریب سے مجھے نجات دے۔''

ابھی میری دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ باطل سے مجھے نجات مل گئی۔ اور میرا دل ایمان و یقین سے بھر گیا۔ صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ساری صورت حالات سے آپ کو مطلع کیا چنانچہ آپؐ نے میرے لیے ثبات و استقامت کی دعا فرمائی۔[1]

مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اس تردد، غور و فکر اور دین حق کے قبول کرنے کے قطعی فیصلہ کا واقعہ ''روض الانف'' سے نقل کیا ہے۔[2]

۱۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک دن ابوجہل نے کہا:

''میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ کل ایک (بڑا سا) پتھر لے کر بیٹھ جاؤں گا جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز میں سجدہ کرے گا تو اس پتھر سے آپ کا سر پھوڑ دوں گا۔ اس کے بعد بنو عبد مناف جو چاہیں کر لیں۔''

صبح کو ابوجہل لعنہ اللہ ایک پتھر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتظار میں بیٹھ گیا۔ حضورؐ حسب معمول صبح کو تشریف لائے۔ اور حرم میں نماز پڑھنے لگے۔ قریش اپنی مجلسوں میں انتظار میں بیٹھے تھے۔ جب حضورؐ نے سجدہ فرمایا تو ابوجہل پتھر لے کر حضورؐ کی طرف بڑھا۔ جب آپؐ کے قریب پہنچا تو ہیبت زدہ و مرعوب ہو کر لوٹا۔ اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے۔ اور پتھر اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ قریش کے کچھ آدمی اس کی طرف اٹھ کر آئے اور کہنے لگے ابا الحکم! تمہیں کیا ہو گیا؟ کہنے لگا!

---

[1] حاشیہ ''سیرت ابن ہشام'' جلد اول ص ۳۱۴۔

[2] ''سیرت النبی'' حصہ اول ص ۲۲۳۔

''جب میں حضورؐ کے قریب گیا۔ تو ایک اونٹ میرے سامنے آ گیا۔ خدا کی قسم! میں نے کبھی اتنی موٹی اور بڑی گردن والا اور بڑے دانتوں والا کوئی جانور نہیں دیکھا۔ وہ مجھے کھاتا تھا۔''

اور بیہقی نے حضرتؓ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں مسجد (بیت اللہ) میں تھا۔ ابوجہل لعنہ اللہ آیا اور کہنے لگا۔ کہ میرا خدا سے عہد ہے کہ اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سجدہ میں دیکھا تو آپ کی گردن روند ڈالوں گا۔

حضورؐ مسجد میں آئے، نماز پڑھنے لگے۔ ایک آدمی نے کہا، ابوجہل یہ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ابوجہل نے کہا جو کچھ میں دیکھتا ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے؟ خدا کی قسم! میرے سامنے تو آسمان کی بلندی تک دیوار حائل ہو گئی ہے۔

اور امام احمدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ابوجہل نے کہا، اگر میں نے کعبہ میں محمدؐ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ تو آپ کی گردن روند ڈالوں گا حضورؐ کو یہ بات پہنچی، تو فرمایا اگر اس نے ایسا کیا تو ملائکہ اسے ظاہر ظہور دبوچ لیں گے۔[1]

امام ابن ہشام رحمہ اللہ نے بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ والی (یعنی مندرجہ بالا پہلی) روایت نقل کی ہے[2] اور اس کے حاشیے پر ہے کہ:

یہ حدیث نسوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ مشرکین نے کہا، ابوجہل! تجھے کیا ہو گیا۔؟ ابوجہل نے کہا:

میرے اور حضورؐ کے درمیان آگ کی ایک خندق حائل ہو گئی ایک ہول چھا گیا اور پر اور بازو ہی بازو نظر آنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب ہوتا تو فرشتے اس کا عضو عضو اچک لیتے۔ (الروض)[3]

---

[1] ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۴۳۔

[2] ''سیرت ابن ہشام'' ج اول ص ۳۲۰۔ [3] ایضاً

۱۹:- حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ کافروں نے (ایک دفعہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مارا کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے۔ لقد ضربوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی غشی علیہ[1] بزار کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضور کو چھڑایا تو وہ آپ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ پر پل پڑے۔[2]

۲۰: طائف میں رحمت عالمؐ پر سنگباری:

(الف) امام محمد بن سعد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب وفات پا گیا۔ تو قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (ظلم و تشدد کے سلسلہ میں) اور زیادہ جری ہو گئے۔

﴿فخرج الی الطائف ومعہ زید بن حارثہ﴾

''حضورؐ طائف تشریف لے گئے زیدؓ بن حارثہ آپؐ کے ساتھ تھے۔''

یہ آخر شوال ۱۰ نبوی کا واقعہ ہے۔ آپؐ طائف میں دس دن قیام فرما رہے۔ اور وہاں ایک ایک سردار سے ملے۔ اور تبلیغ فرمائی۔ مگر کسی نے بھی دعوتِ حق قبول نہ کی اور سب نے کہا:

﴿یا محمد! اخرج من بلدنا﴾

''اے محمدؐ! ہمارے شہر سے نکل جایئے۔''

(اسی پر لعینوں نے بس نہ کی بلکہ) طائف کے بدقماشوں کو آپؐ کے خلاف ابھار دیا۔

﴿فجعلوا یرمونہ بالحجارۃ حتی ان رجلی رسول اللہ

---

[1] ''ازالۃ الخفاء'' مقصد اول فصل سوم تفسیر آیات خلافت۔

[2] ''حیاۃ الصحابہؓ'' حصہ دوم۔ ص ۲۸۴۔

صلی اللہ علیہ وسلم قدمیاں وزید بن حارثہ یقیہ
بنفسہ حتی لقد شجح فی رأسہ شجاج۔[1]
''وہ برابر رحمت عالم پر مشق سنگباری کرتے رہے۔ یہاں تک کہ
حضورؐ کے قدمین شریف سے خون نکلنے لگا۔ (حضرت) زیدؓ بن
حارثہ آپؐ کے آڑے آئے یہاں تک کہ حضور کو بچاتے بچاتے
ان کے سر میں متعدد زخم آگئے۔[1]

اللہ اکبر! جانتے ہو، یہ کس ذات پاک پر پیہم پتھروں کی بارش ہو رہی ہے؟ اس ذات پاک پر جو ابر رحمت بن کر آیا۔ اور اپنے پرائے سب پر برسا۔ رحمت عالم! صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ب) مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔

شہر (طائف) کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ آپؐ کے پاؤں پر پتھر مارنے شروع کیے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ جب آپؐ زخموں سے چور ہو کر بیٹھ جاتے تو بازو تھام کر کھڑا کر دیتے۔ جب آپؐ پھر چلنے لگتے تو پتھر برساتے ساتھ ساتھ گالیاں دیتے اور تالیاں بجاتے جاتے۔

یہ پوری تفصیل مواہب لدنیہ بحوالہ موسیٰ بن عقبہ اور طبری وابن ہشام میں ہے[2] ''دلائل النبوۃ'' ابونعیمؒ اور ''البدایۃ والنہایۃ'' میں بھی یہ روایات ہیں[3]۔

قتل کے منصوبے:

کفار نابکار کی عداوت و شقاوت حدِ انتہا کو پہنچ گئی۔ جب انہوں نے نت

---

[1] ''طبقات'' جلد اول ص ۲۱۱، ۲۱۲۔

[2] ''سیرت النبیؐ'' حصہ اول ص ۲۳۳۔

[3] ''حیات الصحابہؓ'' حصہ دوم ص ۲۸۹، ۲۹۰۔

نئے ستم ایجاد کر کے حضور کریم کی ذات پاک کو ہدف جور و ستم بنایا۔ مگر اس مشق ستم سے ان کے دل کی آگ ٹھنڈی نہ پڑی۔ آخر انہوں نے رحمت عالم کے قتل کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔

۲۱: شعب ابی طالب میں محصوری:

علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں: قریش دیکھتے تھے کہ اس روک ٹوک پر بھی اسلام کا دائرہ پھیلتا جاتا ہے۔ عمر اور حمزہؓ جیسے لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی۔ سفرا بے نیل و مرام واپس آئے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس لیے اب یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ مرتب کیا کہ:

کوئی شخص نہ خاندانِ بنی ہاشم سے قرابت کرے گا۔ نہ ان کے ہاتھ خرید فروخت کرے گا۔ نہ ان سے ملے گا۔ نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ جب تک وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کے لیے حوالہ نہ کر دیں۔

یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا۔ اور کعبہ کے دروازہ پر آویزاں کیا گیا۔

ابو طالب مجبور ہو کر تمام خاندان بنی ہاشم کے ساتھ شعب ابو طالب میں پناہ گزین ہوئے۔ تین سال تک بنو ہاشم نے اس حصار میں زندگی بسر کی۔ یہ زمانہ ایسا سخت گزرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر رہتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ آ گیا۔ میں نے اس کو پانی سے دھویا۔ پھر آگ پر بھونا اور پانی میں ملا کر کھایا۔[1]

ابن سعدؓ نے روایت کی ہے کہ بچے جب بھوک سے روتے تھے تو باہر آواز آتی تھی اور قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے۔ لیکن بعض رحم دلوں کو ترس بھی آتا تھا۔

---

[1] روض الانف سہیلی۔

متصل تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتیں جھیلیں۔ بالآخر دشمنوں ہی کو رحم آیا۔ اور خود انہی کی طرف سے اس معاہدہ کے توڑنے کی تحریک ہوئی۔ زہیر نے حرم میں سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا، "اے اہل مکہ! یہ کیا انصاف ہے؟ ہم لوگ آرام سے زندگی بسر کریں اور بنو ہاشم کو آب و دانہ نصیب نہ ہو۔ خدا کی قسم! جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کر دیا جائے گا، میں باز نہ آؤں گا۔"

ابوجہل برابر سے بولا "ہرگز اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔" زمعہ نے کہا، "تو جھوٹ کہتا ہے۔" مطعم نے ہاتھ بڑھا کر دستاویز چاک کر دی۔ سب ہتھیار باندھ باندھ کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور ان کو درہ سے نکال لائے یہ تفصیل ابن ہشام طبری وغیرہ میں مذکور ہے۔[1]

۲۲:- امام ابن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

جب قریش کو حضرت جعفر وغیرہ مہاجرین کے ساتھ نجاشی کے طرزِ عمل اور ان کے اکرام کی اطلاع ملی تو ان پر یہ نہایت گراں گزری اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ پر غضبناک ہوئے۔

﴿واجمعوا علی قتل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم﴾

"اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے۔"

اور بنو ہاشم کے خلاف ایک دستاویز لکھی کہ نہ کوئی ان سے نکاح کرے، نہ کوئی چیز ان کے ہاتھ بیچے، نہ ان سے ملے جلے۔ یہ صحیفہ منصور بن عکرمہ نے لکھا تھا۔ اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ یہ صحیفہ جوف کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ اور بنو ہاشم شعب ابی طالب میں ہلال محرم ۷ نبوی کی شب کو محصور ہو گئے۔

محصورین کو یہاں تک مشقت اور بھوک کی تکلیف پہنچی، کہ ان کے بچوں کے رونے کی آوازیں درہ سے باہر سنائی دیتی تھیں۔ قریش میں بعض سن کر خوش ہوتے تھے

[1] "سیرت النبیؐ" حصہ اول ص ۲۲۷، ۲۲۹۔

اور بعض آ زردہ۔ اور وہ کہتے تھے، کہ ذرا دیکھو تو منصور بن عکرمہ کا کیا حشر ہوا۔ محصورین درہ میں تین سال رہے۔[1]

۲۳:- شیخ الاسلام رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ:

ابواہاب بن عزیز داری کو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ حضرت طلیبؓ اس سے ملے اور اسے مار مار کر زخمی کر دیا۔[2]

۲۴: لختِ جگر رسول کو صدمہ جانکاہ:

تشدد و تعدی اور سنگدلی و سفاکی کی انتہا ہے۔ کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہی کو ہدف جور و جفا نہیں بنایا گیا۔ بلکہ آپ کی اولاد ہونے کے ''جرم'' میں آپ کی لختِ جگر نور نظر حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بھی نشانہ ظلم و ستم بنایا گیا۔

(الف) شیخ الاسلام امام ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

ابن اسحاقؒ نے سیرت میں ذکر کیا ہے۔ کہ ہبار بن اسود نے حضرت زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا۔ جبکہ ان کے خاوند ابو العاص بن ربیع نے انہیں مدینہ روانہ کیا۔ اور اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گا۔ یہ قصہ سیرت میں مشہور ہے۔[3]

(ب) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس پر مستزاد یہ لکھا ہے کہ:

''حضرت زینب بنت رسول کے تعاقب میں قریش کے جو اوباش نکلے ان میں ہبار بن اسود سب سے آگے تھا۔[4] ہبار بن اسود کے تعاقب اور بنت رسولؐ کے اس ابتلاء کی روایت طبرانی میں بھی ہے۔[5]

---

[1] ''طبقات'' جلد اول ص ۲۰۸ ص ۲۰۹۔

[2] اصابہ جلد ۲ ص ۲۲۵ ترجمہ حضرت طلیبؓ۔

[3] ''اصابہ'' جلد ۳ ص ۵۷۶ ترجمہ حضرت ہبارؓ۔

[4] ''استیعاب'' ذکر حضرت ہبارؓ۔

[5] ''حیاۃ الصحابہؓ'' حصہ ۱ ص ۲۹۳۔

(ج) انہی علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ایک اور مقام پر ایک اور زیادہ دردناک صورت پیش کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت زینبؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بنات (مطہرہ) میں سب سے بڑی تھیں۔ آپ حیاتِ رسولؐ میں فوت ہوئیں ۸ ہجری میں اور آپ کی موت کا سبب یہ تھا، کہ جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (مدینہ طیبہ) جا رہی تھیں تو ہبار بن اسود اور ایک اور شخص نے آپ پر حملہ کیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے حضرت زینبؓ کو دھکا دیا۔

﴿فسقطت علی صخرة فاسقطت واهرقت الدماء فلم یزل بها مرضها حتی ماتت سنة ثمان من الهجرة﴾[1]

''جس سے آپ ایک چٹان پر جا گریں۔ اور آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔ اور خون (بہت زیادہ) بہ گیا آپ اس صدمہ سے برابر مرض میں مبتلا رہیں یہاں تک کہ ۸ ہجری میں وفات پا گئیں۔''

طبرانی کی روایت میں اس پر مستزاد ہے کہ ''تمام صحابہؓ کا یہ خیال تھا کہ آپ شہید ہوئیں۔''[2]

طبرانی اور بزار میں ہے کہ جب یہ حضورؐ کے پاس پہنچیں تو حضورؐ فرمانے لگے میری بیٹیوں میں یہ بہت بھلی ہے اسے یہ مصیبت میری وجہ سے پہنچائی گئی ہے۔[3]

ایذا باللسان:

ایذا وتعذیب کی دو قسمیں ہیں: جسمانی، لسانی۔ جہاں وجود اطہرؐ کو گونا گوں

---

[1] ''استیعاب'' ترجمہ حضرت زینبؓ۔

[2] ''حیات الصحابہؓ'' حصہ ۲۔

[3] ''حیات الصحابہؓ'' حصہ ۲ ص ۳۹۲۔

مصائب و شدائد میں مبتلا کیا گیا وہاں بدزبانی و بدلحاظی، طعن و تشنیع، بہتان و افتراء، سب و شتم اور ہجو و مذمت سے حضورؐ کے قلب پاک کو دکھ درد پہنچایا گیا۔ روح رسولؐ کو اذیت پہنچائی گئی۔

ذیل میں اس روحانی اذیت کے دردناک منظر ملاحظہ ہوں:

۲۵۔ امام ابن ہشام رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

نضر بن حارث قریش کے شیاطین میں سے تھا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا و تکلیف دیا کرتے تھے اور دل میں عداوت کی آگ رکھتے تھے۔ وہ حیرہ گیا، وہاں فارس کے بادشاہوں اور رستم و اسفندیار کے قصے سیکھے (واپس آیا تو) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے۔ جونہی حضورؐ اس مجلس سے اٹھتے وہ اسی مجلس میں آپ کی جگہ بیٹھ جاتا اور کہتا

هٰذا واللّٰه يا معشر قريش احسن حديثا منه فهلم الي فانا احدثكم احسن من حديثه۔[1]

"اے قریش کی جماعت! خدا کی قسم میں ان (حضورؐ) سے زیادہ اچھی باتیں کرنے والا ہوں۔ تم میری طرف آؤ۔ میں تمہیں آپ (حضورؐ) کی باتوں سے زیادہ اچھی باتیں سناؤں۔"

پھر انہیں فارس کے بادشاہوں اور رستم و اسفندیار کے قصے سناتا اور کہتا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے زیادہ اچھی باتیں کب کر سکتے ہیں

۲۶۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلاتے اور قرآن کی تلاوت فرماتے۔ اور قریش کو عذاب الٰہی سے ڈراتے۔ جب حضورؐ اس مجلس سے اٹھتے۔ تو نضر بن حارث آپ کی جگہ پر بیٹھ جاتا۔ اور لوگوں کو رستم، اسفندیار اور فارس کے بادشاہوں کے قصے سناتا۔ پھر کہتا خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ

[1] سیرت ابن ہشام جز اول ص ۳۲۱۔

وسلم) کی باتیں مجھ سے اچھی نہیں ہیں۔

﴿وما حدیثه الا اساطیر الاولین اکتتبها کما اکتتبتها﴾

''اور آپ کی باتیں (قرآن کریم) تو صرف گذشتہ لوگوں کے حالات وقصص ہیں۔ آپ انہیں لکھ لیتے ہیں جیسے میں نے لکھ لیے ہیں۔''

اس پر آیات الٰہی نازل ہوئیں۔

﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا .... اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ـــ'' وَیْلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ یَّسْمَعُ ... ''[1]﴾

۲۷:- امیہ بن خلف جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا۔ تو علانیہ حضورؐ کو سب شتم کرتا۔ اور آہستہ پوشیدہ طور بھی عیب چینی کرتا۔ اور اذیت دیتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق نازل فرمایا۔ وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔[2]

۲۸:- ''سہیل اسلام کے ان دشمنوں میں سے تھے۔ جو دوسروں کا اسلام گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ تو گھر میں یہ بدعت (اپنے لڑکوں حضرت عبداللہ اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہما کا اسلام لے آنا، مؤلف) کس طرح دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ اشاعت اسلام نے انہیں اسلام کا اور زیادہ دشمن بنا دیا۔ اور وہ اس کی بیخ کنی میں ہر امکانی کوشش کرنے لگے عام مجمعوں میں اسلام کے خلاف تقریریں کرتے۔ اور رسول اکرمؐ کے خلاف زہر اگلتے۔

شیدایانِ اسلام یہ معاندانہ رویہ برداشت نہ کر سکے۔ حضرت عمرؓ کا غصہ قابو سے باہر ہو گیا۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ ارشاد ہو تو سہیل کے دو اگلے دانت توڑ ڈالوں۔ تا کہ آپؐ کے خلاف تقریر نہ کر سکے۔ لیکن

[1] ''سیرت ابن ہشام'' جز اول۔ ص ۳۸۲، ۳۸۳ ''البدایۃ والنہایۃ'' جلد ۳ ص ۸۸۔

[2] ''سیرت ابن ہشام'' جلد اول ص ۳۸۲۔

پر امید رحمت عالمؐ نے جواب دیا، "جانے دو، ممکن ہے کبھی وہ خوش بھی کر دیں۔"[1]

۲۹:سب و شتم:

ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کے نام سے پکارتے تھے۔ ثم یسبونہ پھر آپ ﷺ کو سب و شتم کرتے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے، "کیا تم اس بات پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی بدزبانی سے مجھے کس طرح محفوظ رکھا ہے، کہ:

﴿یسبون ویهجون مذمما وانا محمد﴾

"وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور مذمم کی ہجو کرتے ہیں اور میں محمد ہوں[2] (صلی اللہ علیہ وسلم)"

۳۰:- شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں:

زبیرؓ کا قول ہے کہ حضرت طلیبؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں سب سے اول مشرک کا خون بہایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کے سبب انہوں نے عوف بن صبرہ سہمی سے سنا، یشتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی حضورؐ کو سب و شتم کر رہا تھا۔ انہوں نے اونٹ کے کلے سے اسے مارا اور زخمی کر دیا۔[3]

۳۱: ہجو و مذمت:

مشرکین اپنی شاعری سے بھی حضور کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کو ایذا و تکلیف پہنچانے

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۸۲۔

[2] "سیر الصحابہ" جلد ۷ ص ۹۷۔

[3] سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۳۸۴۔

[4] "اصابہ" جلد ۲ ص ۲۲۵ ترجمہ حضرت طلیبؓ۔

میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن زبعری جو بقول علامہ ابن عبدالبر قریش کے سب سے بڑے اور نغز گو شاعر تھے۔ حضورؐ اور اصحاب رسولؐ کے خلاف اپنی شاعری وغیرہ میں نہایت اشد اور سخت تھے۔

﴿کان من اشد الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ بلسانہ ونفسہ وکان من اشعر الناس وابلغہم[1]﴾

۳۲:۔ مرد تو مرد! عورتیں بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت میں پیش پیش تھیں۔ اور بازاری عورتیں گا گا کر حضورؐ کی ہجو بیان کیا کرتی تھیں۔

(الف) عبداللہ بن خطل کی دو طوائفیں تھیں۔ بازاروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گاتی پھرتی تھیں۔[2]

(ب) فُرتنیہ اور قَرتنا، یہ دونوں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں۔ اور گا نا جانتی تھیں اور گا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھیں۔[3] ابن سعدؒ اور ابن ہشامؒ نے قرتنا کی بجائے فرتنا لکھا ہے۔

(ج) ابن اسحاق کا قول ہے کہ ابن خطل کی دو گانے والی لونڈیاں تھیں یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھیں۔[4]

۳۳: القاباتِ ناشائستہ:

قرآن کی شہادت موجود ہے کہ مشرکین مکہ حضور کریم کو نازیبا القابات سے

---

[1] استیعاب ترجمہ حضرت عبداللہ بن زبعری۔

[2] "مہاجرین" حصہ دوم ص ۲۸۳ بحوالہ ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی قتل الاسیر۔

[3] اصح السیر ص ۳۱۰۔

[4] "سیرت ابن ہشامؒ" جلد ۲ ص ۵۲ فتح مکہ۔

یاد کیا کرتے تھے۔ اور آپ کو ساحر، شاعر، کاہن اور مجنون کہا کرتے تھے۔ معاذ اللہ۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قریش کے اوباشوں نے

﴿رموه بالشعر والسحر والكهانة والجنون ﴾[1]

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر جادو کہانت سے متہم کیا (لعنہم اللہ)''

یہ ہے اس ذات پاک کی دردناک مظلومیت کی مختصر داستان! جو کائنات عالم پر ابر رحمت بن کر برسا۔ جن کا مخصوص لقب ہے۔ رحمۃ للعالمین رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

غرض رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی و روحانی، ہر نوعیت کی شدید ایذا و تکلیف پہنچائی گئی۔ بدنی و قلبی ہر طرح کا دکھ و درد دیا گیا۔ وہ ایذاء و تکلیف اور وہ دکھ درد! جس کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

---

1 ''سیرت ابن ہشام'' جلد اول ص ۳۰۸۔

اصحابِؓ رسول کی لرزہ آفرین و

الم انگیز داستان مظلومیت

۱:- ابن ہشام اور امام ابن کثیر رحمہما اللہ، ابن اسحاقؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

قریش کے ہر قبیلے نے اپنے میں سے اسلام لانے والوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں پر جور و تعدی شروع کی۔ تاکہ دین اسلام ترک کر دیں۔

﴿فجعلوا یحبسونھم ویعذبونھم۔ بالضرب والجوع والعطش وبرمضاء مکة اذا اشتد الحر﴾[1]

''وہ مسلمانوں کو قید رکھتے، اور انہیں زدوکوب، بھوک اور پیاس اور شدت کی گرمی میں، مکہ کی، توے کی طرح جلتی تپتی زمین پر تڑپانے کے عذاب میں مبتلا کرتے۔''

۲:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبان سے ذرا ان درندوں کی بہیمیت اور ظلم و جور کی روداد سن لیجیے۔ فرمایا۔

﴿ان کانو لیضربون احدھم ویجیعونه ویعطشونه حتی ما یقدر ان یستوی جالسًا من شدة الضر الذی نزل به۔[2]﴾

''بلاشبہ مشرکین (مکہ) اصحابِ رسول کو (اس حد تک) زدوکوب کرتے۔ بھوکا اور پیاسا مارتے کہ شدت تکلیف سے وہ سیدھے بیٹھنے کی سکت بھی نہیں رکھتے تھے۔''

۳:- امام ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

ابوجہل فاسق اسلام لانے والوں کے خلاف قریش کے جوانوں کو برانگیختہ کرتا تھا۔ جب کسی شخص کے متعلق سنتا کہ وہ اسلام لے آیا ہے اور وہ صاحب شرف و عزت

---

[1] ''سیرت ابن ہشام'' جلد اول ص ۳۳۹، ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۵۷۔

[2] ''سیرت ابن ہشام'' ج اول ص ۳۴۲، ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۵۹۔

ہوتا تو اسے ڈانٹتا اور ذلیل کرتے۔ اور اس سے کہتا ”تو نے اپنے آباء و اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے، حالانکہ وہ تجھ سے بہتر تھے۔ ہم تجھے بیوقوف اور تیری رائے کو غلط سمجھتے ہیں اور ہم تیری عزت کو مٹا کر رہیں گے۔“

اور اگر وہ تاجر ہوتا تو اس سے کہتا ”خدا کی قسم! ہم تیری تجارت کو تباہ کر کے رہیں گے، اور تیرا مال تلف کر دیں گے۔“ اور اگر وہ ضعیف و کمزور ہوتا تو اسے مارتا۔ اور دوسرے اوباشوں کو بھی اس پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتا۔[1]

۴۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے مشرکین مکہ کے مظالم پر ایک مستقل باب ”باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ من المشرکین بمکۃ“ باندھا ہے۔ اس میں حضرت خباب سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ آپ کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر کا تکیہ بنائے بیٹھے تھے۔

﴿وقد لقینا من المشرکین شدۃ فقلت الا تدعو اللہ﴾[2]

”اور بلاشبہ ہم مشرکین کے مظالم و شدائد کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کیا، آپ ان کے لیے بددعا نہیں کریں گے؟“

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشرکین غالبین نے حضرات صحابہؓ کو اس درجہ شدید آلام و مصائب میں گرفتار کیا کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اور انہوں نے مجبور ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور ان کے لیے بددعا فرمائیں۔

مومنین مستضعفین کی دردناک مظلومیت

۵:۔ حضرت مولانا شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

---

1. ”سیرت ابن ہشام“ جزء اول ص ۳۲۰، ”البدایۃ والنہایۃ“ جلد ثالث ص ۵۹۔
2. ”صحیح بخاری“ کتاب مناقب الانصار۔

''اسلام جب آہستہ آہستہ پھیلنا شروع ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہؓ ان کے قبیلوں نے اپنے حصار حفاظت میں لے لیا تو قریش کا غیظ و غضب ہر طرف سے سمٹ کر ان غریبوں پر ٹوٹا جن کا کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ ان میں کچھ غلام اور کنیزیں تھیں کچھ غریب الوطن تھے۔ اور کچھ کمزور قبیلوں سے آدمی تھے جو کسی قسم کی عظمت و اقتدار نہیں رکھتے تھے۔ قریش نے ان کو اس طرح ستانا شروع کیا، کہ جور و ستم کی تاریخ میں اس کی مثال پیدا کرنا قریش کی یکتائی کی تحقیر ہے۔''[1]

۶:- امام احمد اور ابن ماجہ (رحمہما اللہ۔ حضرت) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے اول سات (حضرات) نے اپنا اسلام ظاہر فرمایا حضورؐ، ابوبکرؓ، عمارؓ اور اس کی ماں سمیہ، صہیبؓ، بلالؓ اور مقداد (رضی اللہ عنہم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا (ابو طالب) کی وجہ سے اور ابوبکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے سبب دشمنوں کی تعذیب و اذیت سے محفوظ رکھا۔ باقی سب کو مشرکین پکڑ لیتے۔

﴿فالبسوھم ادرع الحدید وصھروھم فی الشمس[2]﴾

''انہیں لوہے کی زرہیں پہناتے اور آفتاب کی تیز و تند، اور جھلسا دینے والی دھوپ اور گرمی میں ڈال دیتے۔''

۷:- امام ابن سعد رحمہ اللہ نے یہی روایت مجاہدؒ سے کی ہے اس میں (حضرت) مقداد کی بجائے (حضرت) خباب (رضی اللہ عنہما) کا نام ہے۔ نیز اس میں مستزاد ہے کہ:

یہاں تک کہ تکلیف و مشقت حد انتہا کو پہنچ جاتی۔

﴿فجاء کل رجل منھم قومہ بانطاع الادم فیھا الماء فالقوھم فیہ وحملوا بجوانبہ[2]﴾

[1] ''سیرت النبیؐ'' حصہ اول ص ۲۲۷۔

[2] ''طبقات'' جلد ثالث ص ۲۳۳ ترجمہ حضرت بلالؓ۔

"پھر کفار و مشرکین چمڑے کے فرش لاتے۔ ان میں پانی ہوتا۔
اس میں ان (صحابہ) کو ڈال دیا جاتا اور اس (فرش) کے کناروں
کو اٹھائے رکھتے۔

۸ - حضرت مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"قریش نے جور و ظلم کے جبر تناک کارنامے شروع کئے۔ جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی تو وہ غریب مسلمانوں کو پکڑتے، عرب کی تیز دھوپ ریتلی زمین کو دوپہر کے وقت جلتا توا بنا دیتی ہے، وہ ان غریبوں کو اسی توے پر لٹا دیتے، چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے، کہ کروٹ بدلنے نہ پائیں، بدن پر گرم بالو بچھاتے۔ لوہے کو آگ پر گرم کر کے اس سے داغتے، پانی میں ڈبکیاں دیتے"۔[1]

اس قسم کے زہرہ گداز مصائب اور جانگسل مظالم تمام ضعیف و بیکس صحابہ کرامؓ پر شب و روز روا رکھے جاتے تھے۔ تاہم مذکورہ بالا حضرات خاص طور پر جبر و تشدد اور ظلم و تعدی کا ہدف بنے ہوئے تھے پہلے ان مخصوص مظلومین کی دردناک داستانِ کرب و بلا سن لیجیے۔

(۱) حضرت بلالؓ:

مؤذنِ رسولؐ، سید الصحابہؓ حضرت بلالؓ، امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ بلاکشانِ محبت میں آپ کا نمبر سب سے اول ہے، آپ جب نبی کریمؐ پر ایمان لائے تو:

(۱) ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ:

جب دوپہر شعلہ جوالہ بن جاتی تو امیہ بن خلف انہیں شہر سے نکال کر مکہ کی ریتلی اور کنکریالی زمین پر لے جاتا، جلتی ریت پر لٹا دیتا۔

﴿ثم يأمر بالصخرة العظيمة فتوضع على صدره﴾

---

[1] "سیرت النبیؐ" حصہ اول ص ۲۶۸ طبع ششم، مطبع "معارف" اعظم گڑھ۔

''پھر حکم دیتا اور پتھر کی چٹان ان کے سینہ پر رکھ دی جاتی (تاکہ جنبش نہ کرسکیں۔) (پھر ان سے کہتا:)

لا واللّٰہ لا تزال ھکذا حتی تموت او تکفر بمحمد (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) تعبد اللات والعزی فیقول وھو ذلک البلاء احد احد

''خدا کی قسم! یہ صورت برقرار رہے گی یہاں تک کہ تیری جان نکل جائے یا تو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کر دے اور لات و عزیٰ کی عبادت کرے اسی عالم ابتلاء و آزمائش میں حضرت بلالؓ فرماتے ، احد ، احد''

(ب) جب سیدنا بلالؓ کے پائے صبر و ثبات کسی طرح متزلزل نہ ہو سکے تو امام ابن سعدؒ حضرت مجاہدؒ سے اپنی سند کے ساتھ روایت اور امام ابن کثیرؒ امام احمد اور ابن ماجہ (رحمہما اللہ) سے بسند نقل کرتے ہیں کہ:

''آپ کے گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیتے۔''

﴿فجعلوا یطوفون بہ فی شعاب مکۃ وھو یقول ، "احد احد"﴾ [۲]

''وہ آپ کو گھسیٹتے ہوئے مکہ کی گلیوں کے چکر لگاتے پھرتے ، اس حال میں بھی آپ کی زبان سے احد احد ہی کی صدا بلند ہوتی۔''

(ج) امام ابن سعدؒ روایت کرتے ہیں کہ:

جب (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) کو عذاب شدید میں مبتلا کیا جاتا تو

---

[۱] ''سیرت ابن ہشام'' ج اول ص ۳۳۹، ''طبقات ابن سعد'' جلد ثالث ص ۲۳۲، ''البدایہ والنہایہ'' ج ثالث ص ۵۷، ۵۸۔

[۲] ''طبقات ابن سعد'' جلد ثالث ص ۲۳۲ ''البدایہ والنہایہ'' ج ثالث ص ۵۸۔

فرماتے، احد، احد، مشرکین آپ سے کہتے، جس طرح ہم کہتے ہیں، تو بھی اسی طرح (مشرکانہ الفاظ) کہہ۔ تو آپ فرماتے،

﴿ان لسانی لا یحسنہ!﴾[1]

"میری زبان اسے کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔"

(۲) حضرت خباب بن الارت:

حضرت بلالؓ کے بعد تعذیب واذیت اور ابتلاء ومصیبت میں حضرت خبابؓ کا درجہ ہے۔ آپ نہایت قدیم الاسلام ہیں۔

(ا) حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ خبابؓ بن الارت ان مومنین مستضعفین میں سے ہیں، جن کو مکہ میں عذاب دیا جاتا تھا، تا کہ اپنے دین سے واپس لوٹ آئیں۔[2]

(ب) امام ابن سعد رحمہ اللہ حضرت امام شعبیؒ سے بسند روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت خبابؓ بن الارت (امیر المومنین حضرت) عمرؓ بن الخطاب کی خدمت میں آئے۔ آپ نے انہیں اپنی مسند پر بٹھایا، اور فرمایا، اس مجلس کا ان سے زیادہ حقدار روئے زمین پر کوئی نہیں، مگر ایک شخص (حضرت) خبابؓ نے کہا، امیر المومنین! وہ کون؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا بلالؓ (حضرت) خبابؓ نے ان سے کہا:

امیر المومنین! وہ مجھ سے زیادہ مستحق نہیں۔ کیونکہ بلال کو تو مشرکین میں سے کوئی عذاب سے بچانے والا ہوتا تھا۔ لیکن مجھے کوئی بھی بچانے والا نہ تھا۔ ایک دن ظالموں نے۔

﴿اخذونی واوقدوا لی نارا ثم سلقونی فیھا ثم وضع رجل

---

[1] "طبقات" جلد ۳ ص ۲۳۲ تذکرہ حضرت بلالؓ۔

[2] ایضاً ص ۱۶۵ تذکرہ حضرت خبابؓ۔

رجله على صدري فما اتقيت الارض او قال برد الارض الا بظهري قال ثم كشف عن ظهره فاذا هو قد برص[1]﴾

"مجھے پکڑا، آگ جلائی۔ جب انگارے بن گئے تو ان پر مجھے چت لٹا دیا اور ایک شخص نے میرے سینے پر اپنا پاؤں رکھ دیا (تاکہ حرکت نہ کرسکیں) یہاں تک کہ میری پیٹھ کے نیچے زمین ٹھنڈی ہوگئی۔ یہ کہہ کر حضرت خبابؓ نے اپنی پیٹھ کھول دی تو وہ برص کے داغوں کی طرح سفید تھی۔"

(ج) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ شعبی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عمرؓ نے حضرت خبابؓ سے مشرکین کے مظالم سے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے جواباً کہا، امیرالمومنین! آپ میری پیٹھ ملاحظہ فرمالیجیے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کی پیٹھ دیکھی۔

﴿فقال ما رأیت کالیوم۔﴾

"اور فرمایا میں نے آج تک یہ نظارہ نہیں دیکھا۔"

حضرت خبابؓ نے فرمایا، میرے لیے آگ جلائی گئی۔ اور مجھے گھسیٹ کر انگاروں پر ڈال دیا گیا (یہاں تک کہ)

﴿فما اطفأها الا ودك ظهري۔[2]﴾

"آگ کو میری پیٹھ کی چربی نے پگھل پگھل کر بجھا دیا۔"

(۵) حضرت شاہ معین الدین احمد ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رحمۃ للعالمینؐ اس کس مپرسی کی حالت میں تالیف قلب فرماتے تھے۔ لیکن آقا

---

[1] "طبقات" جلد ۳ ص ۱۶۵۔

[2] "استیعاب" ترجمہ حضرت خبابؓ۔

اتنا سنگدل تھا کہ وہ ان کے لیے اتنا سہارا بھی نہ برداشت کر سکا۔ اور اس کی سزا میں لوہا آگ میں تپا کر اس سے ان کا سر داغا۔[1]

اہل بیت اسلام:

(حضرت عمارؓ، حضرت یاسرؓ، حضرت سمیہؓ)

''سیرت ابن ہشام'' میں حضرت عمار، حضرت یاسر اور حضرت سمیہ کو اہل بیت اسلام کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔[2]

(ا) امام ابن ہشام اور امام ابن کثیر، امام ابن اسحٰق (رحمہم اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ:

جب دوپہر کی گرمی اور دھوپ خوب تیز ہو جاتی تو بنو مخزوم (حضرت) عمار، ان کے والد (حضرت) یاسر اور والدہ۔ اہلبیت اسلام کو مکہ کی آگ کی طرح گرم ریت پر تڑپاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف گزر ہوتا تو فرماتے۔

﴿صبراً آل یاسر موعدکم الجنۃ۔[3]﴾

''آل یاسر! صبر کرو۔ تم سب کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن حجر نے یہی روایت حاکم، احمد، ابن مندہ اور طبرانی سے نقل کی ہے۔[4]

(ب) امام ابن کثیر رحمہ اللہ بیہقی سے حضرت جابرؓ کی روایت سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمار اور ان کے اہل کے

---

[1] ''مہاجرین'' حصہ دوم ص ۲۰۹ بحوالہ اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۱۔

[2] ''سیرت ابن ہشام'' جز اول ص ۳۲۴۔

[3] ایضاً۔ ''البدایۃ والنہایۃ'' جلد ثالث ص ۵۸۔

[4] ''اصابہ'' جلد ثالث ذکر حضرت یاسرؓ

قریب سے گزرے،

﴿وهم يعذبون فقال اصبروا آل عمار و آل ياسر فان موعدكم الجنة﴾[1]

"جبکہ وہ بوقت تعذیب ہانپ رہے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آل یاسر خوش ہو جاؤ۔ تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے۔"

(ج) "طبقات" میں اس مضمون کی متعدد روایات موجود ہیں۔[2]

(۳) حضرت عمارؓ:

(۱) امام ابن سعدؒ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿احرق المشركون عمار بن ياسر بالنار فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمر به ويمر يده على رأسه فيقول يا نار كوني بردا وسلاما على عمار كما كنت على ابراهيم﴾[3]

"مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر کو آگ سے جلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے تو ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور فرمایا اے آگ تو عمار کے لیے ٹھنڈی ہو اور سلامتی ہو جا، جیسا کہ تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر ٹھنڈی اور سلامتی ہو گئی تھی۔"

---

1. "البدایہ والنہایہ" جلد ۳ ص ۵۹۔
2. "طبقات" جلد ثالث ص ۲۴۹۔
3. ایضاً ص ۲۴۸۔

(ب) امام ابن سعدؒ بسند روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے (حضرت) عمارؓ کی پیٹھ پر (جو کھلی) بہت سے زخموں کے نشان دیکھے۔ دریافت کرنے پر حضرت عمارؓ نے فرمایا قریش مجھے مکہ کی گرم ریت پر تڑپاتے تھے۔ یہ اس کا نشان ہے۔۱

(ج) مشرکین مکہ نت نئے ستم ایجاد کرتے تھے۔ جہاں حضرت عمارؓ کو آگ میں جلاتے تھے وہاں پانی میں ڈبوتے تھے۔ امام ابن سعد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت) عمارؓ سے ملے وہ رو رہے تھے۔ حضورؐ نے (نہایت شفقت سے) ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور فرمایا تمہیں کفار نے پکڑ کر پانی میں غوطے دیئے اور تو نے یہ کلمات کہے۔ اگر وہ پھر ایسا کریں تو تم ان سے پھر ایسا کہو۔۲

(۴) حضرت سمیہؓ

حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ بہت قدیم الاسلام ہیں۔ آپ کو اس بے دردی و بے رحمی سے نشانہ جور و جفا بنایا گیا کہ آخر آپ جام شہادت نوش کر کے داخل جنت ہو گئیں۔

(ا) شیخ الاسلام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

﴿وکانت سابعۃ سبعۃ فی الاسلام عذبھا ابو جہل وطعنھا فی قبلھا فماتت فکانت اول شہیدۃ فی الاسلام۔۳﴾

"اسلام لانے والوں میں ساتویں تھیں۔ ابوجہل (لعین) انہیں عذاب دیا کرتا تھا۔ ان کے اندام نہانی میں نیزہ مارا جس سے آپ شہید ہو گئیں۔ آپ اسلام میں اولین شہید تھیں۔"

---

۱ ایضاً ص ۲۴۸۔

۲ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۴۹ تذکرہ حضرت عمار بن یاسر

۳ الاصابہ ج ۴ ص ۳۳۴ تذکرہ سمیہ

(ب) امام ابن سعد رحمہ اللہ رقم فرماتے ہیں:

حضرت سمیہ بنت خباط، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی ماں، آپ قدیم الاسلام ہیں اور ان صحابہؓ میں سے ہیں جنہیں اللہ کی راہ میں عذاب دیا جاتا تھا۔

﴿لترجع عن دينها فلم تفعل وصبرت حتى مربها ابو جهل يوماً فطعنها بحربة في قبلها فماتت رحمها الله وهي اول شهيد في الاسلام وكانت عجوزاً كبيرة ضعيفة﴾

"تاکہ آپ دین اسلام چھوڑ کر کفر میں واپس آ جائیں۔ مگر آپ نے ایسا نہ کیا اور عذاب پر برابر صبر کیا۔ یہاں تک کہ ایک دن ابو جہل ادھر سے گزرا تو ان کے اندام نہانی میں برچھی ماری جس سے آپ شہید ہو گئیں رحمہا اللہ اور یہ اسلام میں شہید اول ہیں اور آپ نہایت بڑھیا کبیر السن اور ضعیفہ تھیں۔"

پھر جب یوم بدر ابوجہل مارا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہما) سے فرمایا:

﴿قد قتل الله قاتل امك۔ [2]﴾

"اللہ تعالیٰ نے تیری ماں کے قاتل کو قتل کر دیا۔"

(ج) امام ابن سعد رحمہ اللہ (حضرت) مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن شام کو ابوجہل آیا، حضرت سمیہؓ کو سب وشتم کرنے لگا۔ اور غلیظ وفحش گالیاں بکنے لگا۔

﴿ثم طعنها فقتلها فهي اول شهيد استشهد في الاسلام [3]﴾

"پھر اسے نیزہ مارا اور شہید کر دیا پس آپ اسلام میں شہید اول ہیں۔"

---

[1] "اصابہ" جلد ۴ ص ۳۳۷ ذکر حضرت سمیہؓ۔

[2] "طبقات" جلد ۳ ص ۲۶۴ ترجمہ حضرت سمیہؓ۔

[3] "طبقات" جلد ۳ ص ۲۳۳ ترجمہ حضرت بلالؓ۔

(۵) امام ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا روایت امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں

﴿وطعنها ابو جهل بحربة في قلبها﴾ [۱]

"ابوجہل نے حضرت سمیہؓ کے دل میں برچھی ماری۔"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے دل میں برچھی مارنا نقل کیا ہے، لیکن شیخ الاسلام رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں اس میں ہے کہ:

﴿فطعن ابو جهل سمية في قبلها فماتت﴾ [۲]

"ابوجہل (لعین) نے حضرت سمیہؓ کو اندام نہانی میں نیزہ مارا، جس سے وہ شہید ہو گئیں۔"

(۶) علاوہ ازیں امام ابن سعد رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ ہی سے بسند روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

﴿اول شهيد استشهد في الاسلام سمية ام عمار اتاها ابو جهل فطعنها بحربة في قبلها﴾ [۳]

"اسلام میں اولین شہید حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ ہیں۔ ابوجہل (لعین) ان کے پاس آیا اور انہیں ان کی اندام نہانی میں نیزہ مارا۔"

غرض امام ابن سعد اور شیخ الاسلام امام ابن حجر رحمہما اللہ بھی فی قلبہا کی بجائے فی قبلہا لکھ رہے ہیں۔ اور ابوجہل کی خباثت نفس و شقاوت قلب سے بھی یہی شناعت و خباثت متوقع ہے۔ لہذا یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

---

۱ "البدایہ والنہایہ" جلد ۳، ص ۵۹۔

۲ "الاصابہ" ج ۴، ص ۱۲۰، ترجمہ حضرت یاسرؓ۔

۳ "الطبقات" جلد ۸، ص ۲۶۴، ذکر حضرت سمیہؓ۔

اور جن روایتوں میں دل میں نیزہ لگانا مذکور ہے۔ وہاں صورت خطی میں تشابہ کی بنا پر کتابت کی غلطی سے قبلہا کی جگہ قلبہا لکھا گیا۔ واللہ اعلم۔!

(۵) حضرت یاسرؓ:

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما کی روایت میں حضرت یاسرؓ کا اسم گرامی مذکور نہیں کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ بھی مظلومین مستضعفین کے سرخیل ہیں۔

(الف) مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

حضرت یاسرؓ حضرت عمارؓ کے والد تھے۔ یہ بھی کافروں کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے ہلاک ہو گئے ہیں۔[1]

(ب) حضرت شیخ الاسلامؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت تفسیر ابن الکلبی سے نقل کی ہے۔ اس میں ہے:

﴿ومات یاسرؓ فی العذاب﴾[2]

''اور حضرت یاسرؓ عذاب اٹھاتے اٹھاتے شہید ہو گئے۔''

(۶) حضرت عبداللہؓ:

امام ابن سعد رحمہ اللہ کا قول ہے۔ کہ حضرت عمارؓ کے بھائی حضرت عبداللہؓ بن یاسرؓ بھی ایمان لائے تھے[3]

اور امام عسقلانی کی نقل کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ (حضرت)

---

[1] ''سیرت النبی'' حصہ اول ص ۲۳۰۔

[2] ''اصابہ'' جز ۳ ص ۶۱۱ ذکر حضرت یاسرؓ۔

[3] ''طبقات'' جلد ۳ ص ۲۴۶ ذکر حضرت عمارؓ۔

عبداللہؓ بھی اسی عذاب سے شہید ہوئے۔[1]

(۷) حضرت صہیبؓ:

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''یہ رومی مشہور ہیں۔ لیکن درحقیقت رومی نہ تھے ان کا خاندان موصل میں آباد تھا۔ ایک دفعہ رومیوں نے اس نواح پر حملہ کیا اور جن لوگوں کو قید کر کے لے گئے، ان میں حضرت صہیبؓ بھی تھے۔ یہ روم میں پلے۔ ایک عرب نے ان کو خریدا اور مکہ میں لایا۔''[2]

(ا) امام ابن سعد رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿کان عمار بن یاسرؓ یعذب حتی لا یدری مایقول وکان صہیب یعذب حتی لا یدری مایقول .....﴾[3]

''(حضرت) عمار بن یاسر (حضرت) صہیب (حضرت) ابوفکیہہ (حضرت) بلال (حضرت) عامر بن فہیرہ اور دوسرے مسلمانوں کو اس حد تک شدید تکلیف دی جاتی تھی کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ انہوں نے کیا کہا۔''

یعنی شدت تعذیب وعقوبت سے ان حضرات کے حواس مختل ہو جاتے تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

(ب) شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بغویؒ نے نقل کیا ہے کہ:

---

[1] ''اصابہ'' ذکر حضرت یاسرؓ۔

[2] ''سیرت النبیؐ'' حصہ اول ص ۲۳۰۔

[3] ''طبقات'' جلد ۳ ص ۲۴۸۔

﴿وكان من المستضعفين ممن يعذب في الله﴾[1]

''حضرت صہیبؓ ان بیکس وضعیف صحابہؓ میں سے تھے جو اللہ کی راہ میں مبتلائے عذاب ہوئے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما کی روایت[2] میں مستضعفین مظلومین میں حضرت بلال حضرت خباب حضرت عمار حضرت سمیہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہم کے اسم گرامی مذکور ہیں جنہیں اول اول اظہار اسلام کے ''جرم'' کی پاداش میں تعذیب واذیت کے شکنجے میں بری طرح کسا گیا۔ ان حضراتؓ اور ان کے ساتھ حضرت یاسرؓ اور حضرت عبداللہ بن یاسر کی مظلومیت ومصیبت کا ذکر ہو چکا ہے۔

ان حضرات کے بعد بلاکشانِ اسلام میں حضرت ابو فکیہہ، اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما کا نمبر ہے۔ اور حضرات مظلومین اولین کے ساتھ یہ دونوں حضرات بھی ستم پہ ستم جھیلنے اور درد پہ درد کھانے میں برابر کے شریک رہے۔

چنانچہ امام ابن سعد رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا روایت میں مظلومین اولین حضرت عمار حضرت صہیب اور حضرت بلال کے ساتھ حضرت ابو فکیہہ اور حضرت عامر بن فہیرہ کا نام نامی بھی مذکور ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

اب دیکھئے انہیں کس بیداد و بیدردی سے ہدف تعذیب واذیت بنایا گیا۔

(۸) حضرت ابو فکیہہؓ:

(۱) امام ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مکہ میں اسلام لائے۔ آپ کو عذاب دیا جاتا، تاکہ دین سے پھر جائیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آپ بنو عبدالدار کے غلام تھے،

---

[1] ''اصابہ'' ذکر حضرت صہیبؓ۔

[2] ''طبقات'' جلد سوم ص ۲۴۸ تذکرہ حضرت عمارؓ۔

﴿یخرجونہ نصف النہار فی حر شدید فی قید من حدید ویلبس ثیابا ویضع فی الرمضاء یؤتی بالصخرۃ فتوضع علی ظہرہ حتی لا یعقل فلم یزل کذلک حتی ہاجر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الارض الحبشۃ فخرج معہم فی الہجرۃ الثانیۃ﴾[1]

''آپ کو ٹھیک دوپہر کے وقت شدت کی گرمی میں ہتھکڑیاں وغیرہ پہنا کر تپتی گرم ریت پر منہ کے بل گرا دیتے اور بھاری پتھر لے آ کر آپ کی پشت پر رکھ دیتے۔ یہاں تک کہ آپ کو کوئی عقل و ہوش نہ رہتا ظلم وتشدد کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا حتیٰ کہ اصحابؓ رسولؐ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور انہوں نے بھی ان کے ساتھ ہجرت ثانیہ کی۔''

(ب) شیخ الاسلام امام ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ جب اسلام لائے تو امیہ بن خلف نے آپ کے پاؤں میں رسی باندھی اور گھسیٹتے ہوئے لے گیا، اور تپتی ہوئی زمین پر ڈال دیا، اور لگا آپ کا گلا گھونٹنے! اتنے میں امیہ کا بھائی ابی بن خلف آ گیا۔ اور کہنے لگا ''اور زیادہ سختی کرو۔''

﴿فلم یزل علی ذالک حتی ظن انہ مات۔﴾

''چنانچہ امیہ برابر گلا گھونٹتا رہا یہاں تک کہ یہ خیال کیا کہ حضرت ابو فکیہہ شہید ہو گئے۔''

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے تو آپ نے انہیں خرید لیا اور آزاد کر دیا۔[2]

---

[1] ''طبقات'' جلد ۴ ص ۱۲۳۔

[2] ''اصابہ'' ترجمہ حضرت ابو فکیہہ۔

(ج) مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ایک دفعہ ان کے سینہ پر اتنا بھاری بوجھل پتھر رکھ دیا، کہ ان کی زبان نکل پڑی۔[1]

(۹) حضرت عامرؓ بن فہیرہ:

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نہایت قدیم الاسلام ہیں۔[2]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عامر بن فہیرہ ضعیف و کمزور مومنین میں سے تھے۔

﴿فکان ممن یعذب بمکۃ لیرجع عن دینہ﴾[3]

''آپ کو مکہ میں شدید تعذیب وعقوبت بنایا جاتا تھا، تاکہ دین سے مرتد ہو جائیں۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ حضرت عامر بن فہیرہ طفیل بن حارث کے غلام تھے۔ اسلام لائے تو حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا۔ اور وہ آپ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔[4]

امام ابن سعد رحمہ اللہ کی بعض روایات میں ہے کہ ہجرت کے چوتھے سال بئر معونہ میں شہید ہوئے۔ تو شہادت کے بعد صحابہ کرامؓ کو بوقت دفن آپ کا جسد نہ ملا۔ فرشتے آپ کو آسمان پر اٹھا لے گئے۔ صحابہ کرامؓ کی رائے یہ تھی کہ فرشتوں نے آپ کا جسم دفن کر دیا۔[5] واللہ اعلم۔

---

[1] ''سیرت النبیؐ'' حصہ اول ص ۲۳۱۔

[2] ''طبقات'' ابن سعد'' جلد ۳ ص ۲۳۰۔

[3] ''ایضاً۔

[4] ''طبقات ابن سعد'' جلد ثالث ص ۲۳۰۔

[5] ایضاً ص ۲۳۱۔

علامہ ابن عبدالبر[1] اور امام ابن جوزی[2] رحمہما اللہ نے بھی اس مضمون کی متعدد روایات نقل کی ہیں۔

عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ:

﴿لقد رأیتہ بعدما قتل رفع الی السماء حتی انی لا نظر الی السماء بینہ وبین الارض ثم وضع۔[3]﴾

''میں نے حضرت عامر بن فہیرہ کو شہادت کے بعد دیکھا کہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے یہاں تک کہ آسمانوں و زمین کے درمیان معلق نظر آئے پھر زمین پر رکھ دیئے گئے۔''

امام ابن سعد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب جبار بن سلمی کا نیزہ حضرت عامر بن فہیرہ کے جگر سے پار ہوا تو انہوں نے بے ساختہ فرمایا:

﴿فزت واللہ۔﴾

''خدا کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔''

نعش آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ یہاں تک کہ نظر سے غائب ہو گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ملائکہ نے ان کا جسم دفن کر دیا۔ اور روح (اعلیٰ) علیین میں پہنچ گئی۔

جبار بن سلمی حضرت عامر بن فہیرہ کے اس حال کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور اسلام لے آئے اور سچے مسلمان ہو گئے۔[4]

---

[1] ''استیعاب'' ترجمہ حضرت عامر۔

[2] صفۃ الصفوۃ جزء اول ص ۱۰۷۔

[3] صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع۔

[4] ''طبقات'' جلد۳ ص۲۳۱۔

صنفِ نازک پر مشقِ جور و ستم

ہر چند کہ صنفِ نازک کا احترام عام انسانی اخلاق کا تقاضہ ہے اور عورت ذات پر ہاتھ اٹھانا نہایت خست و خباثت اور دناءت و رذالت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کفار قریش، مخالفت دین اور عداوت مسلمین میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ صنفِ نازک پر بھی مشق جور و ستم شروع کر دی۔ مشرکین مکہ نے صرف مردوں ہی کو نشانہ جور و جفا نہیں بنایا، بلکہ بے بس و بیکس خواتین و مستورات بھی ان جفا کاروں کے ہاتھوں ظلم و تشدد کا شکار ہوئیں، مثلاً:

(۱۰) حضرت زنیرہؓ:

(ا) حضرت مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ کے گھرانے کی کنیز تھیں اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ (اسلام لانے سے پہلے) ان کو تکلیف دیتے تھے۔ ابو جہل نے ان کو اس قدر مارا کہ آنکھیں جاتی رہیں"[۱]

(ب) لیکن ابن ہشامؒ لکھتے ہیں کہ:

جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے انھیں خرید کر آزاد کیا، اس وقت ان کی بصارت جاتی رہی۔ قریش نے کہا:

﴿ما اذهب بصرها الا اللات والعزى فقالت كذبوا وبيت الله ما تضر اللات والعزى وما تنفعان فرد الله بصرها﴾[۲]

---

[۱] "سیرت النبیؐ" حصہ اول ص ۲۲۳،۲۲۲۔

[۲] "سیرت ابن ہشام" جز اول ص ۳۴۰۔

''لات وعزیٰ ہی نے ان کی بینائی اچک لی ہے (حضرت) زنیرہؓ
نے کہا،''جھوٹ بکتے ہیں، خدا کی قسم! لات وعزیٰ نہ تو نقصان
دے سکتے ہیں، نہ نفع۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں پھر ٹھیک
کردیں۔''

(ج) شیخ الاسلام امام ابن حجر رحمہ اللہ بھی تاریخ عثمان ابی شیبہ سے یہی لفظ بروایت
حضرت ام ہانی بنت ابی طالب نقل کرتے ہیں۔[1]

(د) شیخ الاسلام امام ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

﴿کان من السابقات الی الاسلام وممن یعذب فی اللہ
وکان ابو جہل یعذبہا وھی مذکورۃ فی السبعۃ الذین
اشتراھم ابو بکر وانقذھم من التعذیب﴾

''سب سے پہلے اسلام لانے والوں اور ان صحابہؓ میں سے تھیں جو
اللہ کی راہ میں مبتلائے عذاب کیے گئے۔ ابوجہل (لعین) آپ کو
تعذیب وتکلیف دیا کرتا تھا اور آپ ان سات اشخاص میں سے
ہیں جنہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خرید کر عذاب سے چھڑایا۔''

فاکہی اور ابن مندہ (رحمہما اللہ) نے اپنی اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ:
حضرت زنیرہؓ رومیہ تھیں۔ اسلام لائیں تو ان کی بینائی جاتی رہی۔ مشرکین
نے کہا۔ لات وعزیٰ نے انہیں اندھا کردیا۔ آپ نے فرمایا:

﴿انی کفرت باللات والعزی فرد اللہ الیھا بصرھا﴾[2]

''میں لات وعزیٰ کو کچھ نہیں مانتی پس اللہ نے ان کی بصارت پھر
بحال کردی۔''

---

[1] ''اصابہ'' ترجمہ حضرت زنیرہؓ۔

[2] ''اصابہ'' ترجمہ حضرت زنیرہؓ۔

(۱۱) حضرت لبینہؓ

(ا) شیخ الاسلام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

غالب روایات میں آپ کا نام مذکور نہیں۔ بلاذریؒ نے نام لکھا ہے بنی مؤمل کی لونڈی تھیں اور بے کس وضعیف عذاب اٹھانے والوں میں سے تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو خرید لیا۔[1]

(ب) ابن ہشام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بنو مؤمل کی باندی تھی۔ اسلام لے آئی (حضرت) عمر بن الخطاب جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ اس کو شدید تکلیفیں دیتے تھے، تاکہ اسلام ترک کر دے۔ وہ اس بیچاری کو اس حد تک مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے اور کہتے ''میں نے تجھے (رحم کی بنا پر نہیں بلکہ) تھکاوٹ کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسے خرید لیا اور آزاد کر دیا۔''[2]

حضرت شیخ الاسلامؒ نے نام لبیبہؓ لکھا ہے۔ اور مولانا شبلی نعمانیؒ نے لبینہؓ لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۲، ۱۳) حضرت نہدیہؓ اور ان کی صاحبزادی:

(ا) امام ابن ہشام اور امام ابن کثیر رحمہما اللہ ابن اسحاقؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

''(حضرت) ابوبکرؓ نے نہدیہؓ اور ان کی صاحبزادی کو آزاد کیا۔ یہ دونوں بنو عبدالدار کی ایک عورت کی کنیز تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس سے گزرے۔ اور وہ عورت ان سے کہہ رہی تھی:

---

[1] ''اصابہ'' جلد ۴ص ۳۸۹ ذکر حضرت لبیبہؓ۔

[2] ''سیرت ابن ہشام'' حصہ اول ص ۳۴۱۔

﴿واللہ لا اعتقکما ابدا﴾

''خدا کی قسم! میں تم کو کبھی آزاد نہیں کروں گی۔''

حضرت ابوبکرؓ نے (یہ سن کر) فرمایا، تو انہیں اپنی غلامی سے نجات دیدے۔

اس نے کہا:

﴿حلّ، افسد تھما فاعتقہما﴾

''یہ میری غلامی سے آزاد ہو سکتی ہیں تو ہی نے انکو خراب کیا۔

لہٰذا تو ہی انہیں (خرید کر) آزاد کر۔''

حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا، ان کا مول بتاؤ۔ اس عورت نے کہا، اتنا اور اتنا۔ حضرت ابوبکرؓ نے (اس کے منہ مانگے دام قبول کر لیے اور) فرمایا، میں نے انہیں خرید لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔''[1]

اس روایت سے یہ حقیقت بھی بے نقاب ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں بیبیاں حضرت ابوبکرؓ کی دعوت و تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئی تھیں۔

(۱۴) حضرت ام عبیسؓ:

(ا) مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''حضرت نہدیہؓ اور ام عبیسؓ، یہ دونوں بھی کنیزیں تھیں۔ اور اسلام لانے کے جرم میں سخت مصیبتیں جھیلتی تھیں۔''[2]

(ب) شیخ الاسلام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(حضرت) ام عبیسؓ ان سابقین مسلمین میں سے ایک ہیں جنہیں مشرکین نے عذاب میں مبتلا کیا ہے۔ یونس بن بکیر نے ابن اسحاقؒ کی زیادات المغازی میں حضرت عروہؓ سے روایت کی ہے کہ:

---

[1] ''سیرت ابن ہشام'' حصہ اول ص ۳۴۱؛ ''البدایہ والنہایہ'' جز ۳ ص ۵۸۔

[2] ''سیرت النبی'' حصہ اول ص ۲۳۶۔

(حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں ہدف عذاب بننے والے سات افراد کو آزاد کیا۔

﴿وھم بلال وعامر بن فھیرہ وزنیرہ وجاریۃ ابناء المومل والنھدیہ وابنتھا وام عبیس﴾

"اور وہ بلال، عامر بن فہیرہ، زنیرہ، بنو مومل کی باندی۔ نہدیہ اور اس کی بیٹی اور ام عبیس ہیں۔" (رضی اللہ عنہم)

اور محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی تاریخ میں بسند روایت کیا ہے کہ حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب نے فرمایا کہ:

﴿واعتق ابوبکر بلالا واعتق معہ ستۃ، منھم ام عبیس﴾

"حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ اور اس کے ساتھ چھ اور اشخاص کو آزاد کیا، جن میں حضرت ام عبیسؓ بھی ہیں۔"

اور اس روایت کو ابونعیمؒ اور ابوموسیٰؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ اور زبیر بن بکار کا قول ہے کہ ام عبیسؓ بنی تیم کی باندی تھیں۔ آغاز اسلام میں اسلام لائیں۔

﴿وکانت ممن استضعفہ المشرکون یعذبونھا فاشتراھا ابوبکر فاعتقھا﴾

"اور یہ ان میں سے تھی، جنہیں مشرکین ضعیف و بے کس سمجھ کر عذاب دیتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔"

اور بلاذریؒ کا قول ہے کہ بنی زہرہ کی لونڈی تھی۔

﴿وکان الاسود بن عبد یغوث یعذبھا﴾[1]

"اور اسود بن عبد یغوث آپ کو عذاب دیا کرتا تھا"۔

---

[1] "اصابہ" جلد ۴ ص ۲۵۳ ترجمہ حضرت ام عبیسؓ۔

(۱۵) حضرت ام عبداللہ:

حضرت ام عبداللہ لیلیٰ بنت ابی خثمہ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھوں جگر گداز مظالم برداشت کیے۔

ابن اسحاقؒ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ام عبداللہ نے کہا:

﴿کنا نلقی منه البلاء اذی لنا وشدة علینا﴾

''ہم (حضرت) عمرؓ بن خطاب کے نہایت شدید ابتلا و اذیت کا تختۂ مشق بنے رہے۔''

حبشہ کی طرف ہجرت کرتے وقت انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا:

﴿لنخرجن فی ارض اللہ اذا ذیتمونا و قهر تمونا حتی یجعل اللہ لنا مخرجا﴾

''ہم اللہ کے ملک میں ضرور ہجرت کر جائیں گے۔ جبکہ تم نے ہمیں اذیت دی اور ہدف قہر و غضب بنایا، یہاں تک کہ اللہ نے تمہارے عذاب سے ہماری نجات کا سامان پیدا کر دیا۔''

شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں:

(امام ابن سعد رحمہ اللہ کا قول ہے: آپ قدیم الاسلام ہیں۔ حبشہ کی دونوں ہجرتوں کی مہاجرہ ہیں۔ پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ابن اسحاقؒ ان سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿کان عمر بن الخطاب من اشد الناس علینا فی اسلامنا﴾

''(حضرت) عمرؓ ہمارے اسلام لانے پر ہم پر سب لوگوں

ا؎ ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۷۹، ''سیرت ابن ہشام'' جزو اول ص ۳۴۷۔

سے زیادہ سخت و شدید تھے۔"

جب ہم ملک حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے تیار ہوئے تو حضرت عمرؓ اس حال میں میرے پاس آئے جبکہ میں اونٹ پر سوار تھی اور پوچھا "ام عبداللہ! کہاں کا ارادہ ہے؟" میں نے کہا:

﴿اذیتمونا فی دیننا فنذهب الی ارض اللہ ﴾[1]

"تم نے ہمیں اسلام کی بنا پر اذیت دی۔ لہٰذا ہم اللہ کے ملک کی طرف ہجرت کیے جاتے ہیں۔"

(۱۶) حضرت فاطمہؓ:

حضرت عمرؓ کی اپنی بہن حضرت فاطمہؓ بنت خطاب بھی آپ کے جور و ستم کا نشانہ بنی۔

بہن کی مظلومیت بھائی کی ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے:

ابن اسحاق حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے قصہ میں بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت فاطمہؓ بنت خطاب ان کے شوہر حضرت سعیدؓ بن زید اور بنو عدی کا ایک اور شخص نعیمؓ بن عبداللہ اسلام لے آئے۔ مگر حضرت فاطمہؓ اور حضرت سعیدؓ نے حضرت عمرؓ سے اور حضرت نعیمؓ نے اپنی قوم سے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا۔

حضرت خبابؓ بن الارت حضرت فاطمہؓ کو گھر میں آ کر قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عمرؓ تلوار لگائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ (کو تہ تیغ کرنے) کے ارادہ سے نکلے تو آپ کو حضرت نعیمؓ بن عبداللہ ملے۔ اور پوچھا:

---

[1] "اصابہ" جلد ۴ ص ۳۸۷ ترجمہ حضرت لیلیٰ

﴿ابن تريد يا عمر؟ قال اريد محمداً﴾

''عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا (حضرت) محمد کا''

جس نے قریش کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ان کے دین میں عیب نکالتا اور ان کے خداؤں کو سب کرتا ہے۔ میں اسے قتل کرتا ہوں۔

حضرت نعیمؓ نے آپ سے کہا، خدا کی قسم عمر تو فریب نفس میں مبتلا ہے جب تو محمد کو قتل کر دے گا تو کیا بنو عبد مناف تجھے زمین پر چلتا پھرتا چھوڑ دیں گے؟ تو اپنے اہل بیت کو کیوں نہیں دیکھتا؟ (حضرت) عمرؓ نے پوچھا، کون میرے اہل بیت؟

حضرت نعیمؓ نے فرمایا، تیرا چچا زاد بھائی اور بہنوئی سعید بن زید اور تیری بہن فاطمہ واللہ دونوں اسلام لے آئے ہیں۔ اور (دین میں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔ پہلے آپ ان کی خبر لیں۔

اس پر حضرت عمرؓ اپنی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی کی طرف لوٹ آئے اس وقت ان کے پاس حضرت خبابؓ موجود تھے۔ ان کے پاس ایک صحیفہ تھا۔ جس میں سورہ طٰہٰ لکھی تھی، وہی ان کو پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت عمرؓ کی آہٹ سنی تو حضرت خبابؓ اندر کے کمرے میں یا گھر کے کسی حصے میں چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ نے دروازہ پہ پہنچ کر قرآن کی قرأت سن لی۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو کہا:

یہ میں نے کیا آواز سنی ہے؟ مجھے خبر ہوئی ہے کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر اپنے بہنوئی حضرت سعیدؓ کو نہایت سختی سے پکڑ لیا۔ اس پر آپ کی بہن، حضرت فاطمہؓ اٹھیں تاکہ آپ کی گرفت سے اپنے شوہر (حضرت سعیدؓ) کو بچائیں۔

﴿فضربها فشجها فلما فعل ذلك قالت له اخته وختنه نعم قد اسلمنا و امنا بالله و رسوله فاصنع مابدا لك فلما

رأی عمر مابأخته من الدم ندم علی ماصنع فارعوی[۱]

''تو آپ نے اسے زدوکوب کیا اور اس کا سر پھوڑ دیا۔ جب حضرت عمرؓ ظلم وستم کر چکے تو آپ کو آپ کی بہن اور آپ کے بہنوئی نے کہا ہاں! ہم اسلام لے آئے ہیں اور اللہ اور اس رسولؐ پر ایمان لا چکے ہیں۔ آپ جو چاہیں (جوروجفا) کر لیں۔ جب حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کو خون میں نہائے دیکھا تو اپنے کیے پر پچھتائے اور ظلم وتعدی سے باز آئے۔''

فضائل صدیقی کا زریں باب:

جہاں اللہ رب العزت نے حضرت صدیق اکبرؓ کو مومنین اولین مستضعفین کو حلقہ بگوشِ اسلام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی، وہاں آپ کو یہ بھی توفیق بخشی کہ آپ نے ان مجبور ومقہور بندگانِ خدا کو ظالموں کے ہاتھوں سے نجات دلائی اور انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

(الف) مولانا شبلی نعمانیؒ رقمطراز ہیں:۔

''حضرت ابوبکرؓ کے دفترِ فضائل کا یہ پہلا باب ہے، کہ انہوں نے ان مظلوموں میں سے اکثروں کی جان بچائی۔ حضرت بلال، عامر بن فہیرہ، لبینہ، زنیرہ، نہدیہ، ام عبیس (رضی اللہ عنہم) سب کو بھاری بھاری داموں پر خریدا اور آزاد کر دیا[۲]

(ب) امام ابن ہشام اور امام ابن کثیر رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے کہ:

حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے پہلے سات اشخاص کو خرید کر آزاد فرمایا، حضرت بلال، عامر بن فہیرہ، ام عبیس، زنیرہ، نہدیہ، بنت نہدیہ، جاریہ بنی مؤمل[۳]

---

[۱] ''سیرت ابن ہشام'' حصہ اول ص ۳۴۷، ۳۴۹؛ ''البدایہ والنہایہ'' حصہ ۳ ص ۸۰؛ ''طبقات ابن سعد'' جلد ۳ ص ۲۶۷، ۲۶۸ ذکر اسلام عمرؓ۔

[۲] ''سیرت النبیؐ'' حصہ اول ص ۲۳۲۔

[۳] ''سیرت ابن ہشامؒ'' جلد اول ص ۳۴۰، ۳۴۱ ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۵۸۔

ابن ہشامؒ وغیرہ کی روایت میں حضرت صدیق اکبرؓ کے آزاد کردہ اصحابؓ کی تعداد سات مذکور ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحیح تعداد سات سے زیادہ ہے۔ کیا آپ نے بھی چند صفحات پہلے شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحریر ملاحظہ نہیں فرمائی جس میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ابوفکیہہؓ کو خرید کر آزاد کیا[1]۔

حضرت بلالؓ کی مظلومی و آزادی:

ان تمام مظلومین مستضعفین میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مظلومی بھی بے مثال ہے۔ اور آزادی بھی بے مثال۔

امام ابن ہشام رحمہ اللہ امام ابن اسحاقؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت بلالؓ، صادق الاسلام، طاہر القلب تھے۔ جب دوپہر خوب گرم ہو جاتی تو امیہ بن خلف مکہ کی ریتلی زمین پر انہیں پشت کے بل ڈال دیتا اور حکم دیتا۔ اور ایک بڑی چٹان (الصخرۃ العظیمہ) آپ کے سینے پر رکھ دی جاتی۔ پھر امیہ حضرت بلالؓ سے کہتا خدا کی قسم! تیرے ساتھ یہی سلوک جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ تو مر جائے۔ یا محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق) کا کفر کرو، اور لات و عزّیٰ کی عبادت! اسی ابتلاء و مصیبت میں حضرت بلال فرماتے۔ احد، احد!۔

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ (یہ معاملہ برابر جاری رہا، حتیٰ کہ) ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ ادھر سے گزرے۔ اور وہ (ملعون) حضرت بلالؓ کے ساتھ یہی کارروائی کر رہا تھا۔ آپ نے امیہ بن خلف سے فرمایا۔

﴿الا تتقی اللہ فی ھذا المسکین؟﴾

''کیا تو اس غریب کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا۔''

آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟ امیہ نے کہا:

---

[1] ''اصابہ'' ترجمہ حضرت ابوفکیہہؓ۔

﴿انت الذی افسدته فانقذه مما تری﴾

''آپ ہی ہیں جس نے اسے خراب کیا۔ لہٰذا آپ ہی اسے عذاب سے چھڑائیں۔''

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ہاں میں یہ کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک غلام ہے جو بلالؓ سے زیادہ مضبوط اور زیادہ قوی ہے اور تیرے دین (کفر) پر ہے۔ میں (حضرت) بلالؓ کے بدلے میں وہ تم کو دیتا ہوں۔ امیہ نے کہا: مجھے قبول ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، وہ تیرا ہو گیا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا وہ غلام امیہ کو دے دیا اور حضرت بلالؓ کو لے کر آزاد فرمایا۔[1]

انت الذی افسدتہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی تبلیغ و تحریک سے اسلام لائے تھے۔

علامہ حلبی رحمہ اللہ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

(بغویؒ کی تفسیر میں ہے۔ حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے امیہ سے کہا کہ بلالؓ کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ تو اس نے کہا، ہاں! میں اس کو قسطاس کے بدلے بیچتا ہوں جو حضرت ابوبکرؓ کا غلام تھا۔ مشرک تھا اور اسلام قبول نہیں کرتا تھا۔ پس ابوبکرؓ نے اس کے بدلے میں بلالؓ کو خرید لیا۔ یہ بغویؒ کا کلام ہے۔ اور امتاع میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے امیہ بن خلف سے بلالؓ کی خرید کی بات چیت کی تو امیہ نے اپنے لوگوں سے کہا۔ آج میں ابوبکر سے وہ کھیل کھیلوں گا، جو کسی نے کسی سے نہ کھیلا ہوگا۔ پھر ہنس پڑا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ سے کہا، مجھے اپنا غلام قسطاس دیدے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا لے لے! امیہ نے کہا: میں نے لے لیا۔ یہ کہہ کر ہنس پڑا اور کہا نہیں خدا کی قسم، جب تک آپ اس کے ساتھ اس کی بیوی نہ دیں گے

[1] ''سیرت ابن ہشام'' جزء اول ص ۳۴۰، ''سیرت حلبیہ'' جلد اول ص ۳۳۴، ۳۳۵۔

میں یہ سودا نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، یہ بھی لے لے امیہ نے کہا یہ بھی میں نے لے لی۔ پھر ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا نہیں خدا کی قسم! جب تک آپ اس کی بیوی کے ساتھ اس کی بیٹی نہ دیں گے یہ سودا نہیں ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسے بھی منظور فرمالیا۔ امیہ ہنس کر کہنے لگا۔ نہیں خدا کی قسم! جب تک آپ مزید دو سو دینار بھی ساتھ نہ دیں گے، یہ سودا نہیں ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس پر فرمایا، جھوٹ بولتے تجھے شرم و حیا نہیں آتی کہنے لگا۔ لات و عزیٰ کی قسم! اگر آپ نے دو سو دینار ساتھ دیدیئے تو میں یہ سودا کرلوں گا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، یہ بھی لے لو۔ چنانچہ اس نے یہ سب کچھ لے لیا (اور بلالؓ کو دیدیا) یہ صاحب امتاع کا کلام ہے۔

اور ایک قول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو نو اوقیہ سونے میں خریدا۔ اور ایک قول ہے کہ پانچ اوقیہ سونے میں خریدا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک رطل سونے میں خریدا۔ اور ایک روایت ہے کہ حضرت بلالؓ کی مالکہ (امیہ کی زوجہ) نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا، اگر آپ کہتے کہ میں ایک اوقیہ سے زیادہ میں نہیں خریدتا تو ہم ایک اوقیہ ہی میں بلالؓ کو بیچ دیتے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر تم سو اوقیہ طلب کرتے تو میں سو اوقیہ میں بھی بلالؓ کو خریدتا۔ [۱]

حضرت ام سلمہؓ

حضرت ام سلمہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ میں نہیں جانتی ہوں کہ اسلام لانے کے بعد کسی گھرانہ کو اتنی مصیبت پہنچی جتنی ابو سلمہؓ کے گھرانے کو پہنچی۔

آپ فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا پختہ ارادہ کرلیا، تو مجھے اونٹ پر بٹھایا اور میرے بیٹے سلمہ کو میری گود میں دے دیا۔ پھر وہ اونٹنی کو ہنکاتے ہوئے چلے۔ جب بنی مغیرہ (میرے قبیلے) کے لوگوں نے دیکھا تو اونٹ کی نکیل ان

---

[۱] "سیرت حلبیہ" جلد ثانی ص ۳۳۵۔

کے ہاتھ سے چھین لی۔ اور مجھ کو ان سے لے لیا۔ ابو سلمہ کے قبیلہ بنی عبد اسد نے یہ دیکھ کر کہا کہ جب تم نے (اپنے قبیلہ کی خاتون) ام سلمہؓ کو ہمارے آدمی سے چھین لیا تو ہم اپنے بیٹے یعنی سلمہ کو اس کے پاس نہ چھوڑیں گے، میرے بیٹے سلمہ کو دونوں طرف کے لوگوں نے کھینچنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ بچہ کا ہاتھ اتر گیا۔ اور اس کو بنی عبد اسد کے لوگ لے گئے اور مجھ کو بنی مغیرہ کے لوگوں نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور میرے شوہر ابو سلمہ مدینہ چلے گئے۔ مجھ میں اور میرے بیٹے اور میرے شوہر میں جدائی ہو گئی۔

میں روزانہ صبح کو نکلتی اور کنکر لیے میدان میں بیٹھ کر شام تک روتی رہتی یہ سلسلہ ایک سال یا اس کے قریب تک رہا۔ (اس کے بعد) ان لوگوں نے مجھ سے کہا، اگر تو چاہے تو اپنے شوہر کے پاس چلی جا۔ جب بنی عبد اسد کو اس کی اطلاع ملی تو ان لوگوں نے میرا بیٹا مجھے واپس کر دیا (اور میں ابو سلمہ کے پاس مدینہ پہنچ گئی۔)[1]

---

[1] "حیات الصحابہؓ" حصہ دوم ص ۳۷۷ تا ۳۷۹ ملخصاً بحوالہ "البدایہ" جلد ۳ ص ۱۶۹۔

ذی عزت و آزاد سابقین اوّل

کی روح فرسا رودادِ اذیت

ذی عزت ووجاہت سابقین اولین بھی ہدفِ مظالم وشدائد بنے:

مؤمنین مستضعفین، بیکس و بے چارہ اور غلام صحابہ کرامؓ وصحابیاتؓ کی لرزہ انگیز رودادِ مظلومیت کا سرسری مطالعہ آپ کر چکے۔ یہ وہ مظلوم پروانگانِ شمع رسالت اور سرمستانِ بادۂ توحید تھے، جن کا کوئی پرسانِ حال اور ناصر و محافظ نہ تھا۔ لیکن جفا کار و خون آشام کفار ومشرکین کی جفا کاری، وستمگاری۔ انہیں ضعیف وبیکس افراد پر ختم نہیں تھی، بلکہ ان خون آشام جلادوں کے ناوک بیداد کا ہدف ونشانہ، آزاد اور ذی ثروت و باعزت حضرات بھی بنے اور ان ظالموں نے کسی کو بھی معاف نہ کیا۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے۔ کہ صحابہ مستضعفین کی نسبت ان کو ذرا کم ستایا گیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہ وہ لوگ تھے جن کو قریش نے نہایت سخت جسمانی اذیتیں پہنچائیں ان سے کم درجہ پر وہ لوگ تھے، جن کو طرح طرح سے ستاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ جو کبیر السن اور صاحب جاہ و اعزاز تھے، جب اسلام لائے تو دوسروں نے نہیں بلکہ خود ان کے چچا نے رسی سے باندھ کر مارا۔[1]

حضرت ابو ذر رضی اللہ جو ساتویں مسلمان ہیں۔ جب مسلمان ہوئے اور کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو قریش نے مارتے مارتے ان کو لٹا دیا۔[2]

حضرت زبیرؓ بن العوام جن کا مسلمان ہونے والوں میں پانچواں نمبر تھا جب اسلام لائے تو ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کے ناک میں دھواں دیتے تھے[3]

حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی جب اسلام لائے تو

---

[1] "طبقات" ترجمہ عثمانؓ بن عفان۔

[2] صحیح بخاری باب اسلام ابی ذرؓ۔

[3] "ریاض النضرۃ" لمحب الطبری۔

حضرت عمرؓ نے ان کو رسیوں سے باندھ دیا۔[1]

لیکن یہ تمام مظالم، یہ جلادانہ بے رحمیاں، یہ عبرت خیز سفاکیاں، ایک مسلمان کو بھی راہ حق سے متزلزل نہ کر سکیں۔"[2]

اب ذرا اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو:

(۱۷) حضرت ابوبکر صدیقؓ:

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنہوں نے متعدد مستضعفین صحابہؓ کو مشرکین مکہ کے دلخراش و جگر گداز مظالم و شدائد سے نجات دلائی وہ خود بھی ان جفا کاروں کے جور و جفا اور ظلم و ستم سے نہ بچ سکے۔ اپنی شخصی عظمت و وجاہت کے باوجود ان خون آشام ستم گاروں کے ظلم و تعدی کا ہدف و نشانہ بنے۔

(ا) امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ:

جب حضرت ابوبکر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما اسلام لے آئے۔

﴿اخذهما نوفل بن خويلد بن العدويه وكان يدعى اسد قريش فشدهما في حبل واحد[3]﴾

"تو نوفل بن خویلد نے جو "قریش کا شیر" مشہور تھا۔ ان دونوں کو پکڑ کر ایک ہی رسی میں باندھ دیا۔ اور بنو تیم نے (بھی) ان حضرات کو نہ بچایا۔"

(ب) ابن اسحاق رحمہ اللہ حضرت قاسم بن محمد (رحمہما اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ:

---

[1] صحیح بخاری۔

[2] "سیرت النبی" حصہ اول ص ۲۳۲۔

[3] "البدایہ والنہایہ" جلد ۳ ص ۲۹ و "سیرت حلبیہ" جزء اول ص ۳۱۳ و "طبقات ابن سعد" جلد ۳ ص ۲۱۵۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ ابن دغنہ کی حمایت و پناہ سے آزاد ہو گئے تو قریش کے اوباشوں میں سے ایک اوباش آپ کو اس وقت ملا جب آپ کعبہ کی طرف جا رہے تھے۔

﴿فحثا علی رأسه ترابا﴾

''اس اوباش نے آپ کے سر مبارک پر مٹی پھینک ماری۔

اس وقت وہاں سے ولید بن مغیرہ، یا عاص بن وائل گزرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا ''جو کچھ اس جاہل نے کیا، کیا تم نے نہیں دیکھا؟'' اس نے جواب دیا، یہ آپ نے اپنے ساتھ خود کیا۔ یعنی نہ ابن دغنہ کی حمایت و پناہ کو خیر باد کہتے، نہ کسی شریر و خبیث کو اس کی جرأت ہوتی۔

(ج) امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

محمد بن اسحاقؒ کا قول ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ تو دعوت الی اللہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر اپنی قوم کے محبت اور مہربان تھے۔ ساری قوم آپ پر جمع تھی۔ سارے قریش کے نسب کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ اور قریش کے خیر و شر کے سب سے بڑھ کر عالم تھے۔ نیز نہایت خلیق و مشہور تاجر تھے۔ قریش کے لوگ آپ کے پاس اپنی اغراض کے پیش نظر آتے تھے۔ اور کثرت سے جمع ہوتے تھے۔

﴿فجعل يدعو الى الاسلام من وثق به من قومه ممن يغشاه ويجلس اليه فاسلم على يديه فيما بلغني الزبير بن العوام و عثمان بن عفان وطلحة بن عبيد الله وسعد بن ابي وقاص و عبدالرحمن بن عوف رضي الله عنهم﴾

''آپ کی قوم میں سے جو بھی آپ کے پاس آتا اور بیٹھتا۔ اور

ل ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۹۵۔

آپ پر اعتماد و یقین کرتا تھا۔ آپ اسے اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ پس آپ کے ہاتھ پر جہاں تک مجھے خبر پہنچی ہے، حضرت زبیر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمن بن عوف ایمان لائے رضی اللہ عنہم۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے ارادے سے نکلے۔

﴿وكان صديقا في الجاهلية﴾

''اور آپ عہد اسلام سے پہلے حضورؐ کے دوست تھے۔''

پس آپؓ سے ملے۔ آپؐ نے فرمایا:

﴿"انی رسول الله ادعوك الى الله" فلما فرغ كلامه اسلم ابوبكر فانطلق عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم ومابين الاخشبين احد اكثر سرورًا منه باسلام ابى بكر﴾

''میں خدا کا رسول ہوں۔ تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔'' آپ کا یہ ارشاد ختم ہوا ہی تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اسلام لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اور شدید تکلیف و مصیبت کے ان ایام میں حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لے آنے کی وجہ سے آپؐ سے زیادہ مسرور و شاداں کوئی بھی نہ تھا۔''

حضرت ابوبکرؓ گئے اور نہایت خوشی سے حضرت عثمان حضرت طلحہ حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو دعوتِ اسلام دی۔ پس وہ اسلام لے آئے۔

پھر دوسرے دن حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد اور حضرت ارقم بن ابی الارقم کو دعوت دی۔

﴿فاسلموا رضی اللہ عنھم﴾
''پس وہ سب ایمان لے آئے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔''
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اڑتیس اصحاب جمع ہو گئے، تو
﴿الح ابوبکر علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظھور فقال "یا ابا بکر انا قلیل" فلم یزل ابوبکر یلح حتی ظھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴾
''حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے اعلان و اظہار سے متعلق باصرار عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا، ابوبکر! ابھی ہم لوگ تھوڑے ہیں۔ مگر آپ برابر اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔''
اور تمام مسلمان کعبہ کے اندر اِدھر اُدھر بیٹھ گئے۔
﴿وقام ابوبکر فی الناس خطیبًا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسٌ، فکان اول خطیب دعا الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وثار المشرکون علی ابی بکر وعلی المسلمین فضربوا فی المسجد ضربًا شدیدًا ووطئی ابی بکر و ضُرِبَ ضربًا شدیدًا﴾
''اور حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں وعظ کہنے کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکرؓ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو بلایا۔ مشرکین حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہؓ پر ٹوٹ

پڑے۔ اور کعبہ کے اندر انہیں نہایت بری طرح مارا۔ اور ابوبکرؓ کو تو
پیروں تلے روند ڈالا اور انہیں نہایت سخت مارا۔"

اتنے میں (حضرت ابوبکرؓ کے قبیلہ) بنی تیم دوڑتے ہوئے آئے۔ اور انہوں نے مشرکین کو حضرت ابوبکرؓ سے ہٹایا۔ اور انہیں کپڑے میں ڈالا اور اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا۔

﴿ولا يشكون في موته﴾

"اور ان سب کو آپ کی موت میں ذرہ بھی شک نہ تھا۔"

پھر بنو تیم لوٹ کر کعبہ میں آئے اور اعلان کیا، خدا کی قسم اگر ابوبکر مر گئے تو ہم ضرور (قصاص میں) عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے پھر حضرت ابوبکرؓ کی طرف لوٹ گئے۔ یہ بنو تیم اور ابو قحافہ برابر حضرت ابوبکرؓ سے کلام کرتے تھے (مگر وہ جواب نہ دیتے تھے) بالآخر شام کے قریب جواب دیا اور کہا:

﴿مافعل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟﴾

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

اس پر بنو تیم نے ان کو ملامت کی (کہ حضورؐ ہی کی وجہ سے تمہارا یہ حال ہوا ہے اور تم پھر بھی ان ہی کے خیال میں محو و مستغرق ہو) اس کے بعد وہ اٹھ گئے۔ اور آپ کی والدہ حضرت ام الخیر سے کہہ گئے کہ "دیکھو انہیں کچھ کھلا پلا دینا۔"

چنانچہ وہ آپ کے پاس گئیں اور (کھانے پینے کے لیے) بہت اصرار کیا۔

﴿وجعل يقول مافعل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟﴾

"مگر آپ برابر یہی کہتے رہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
کیا حال ہے؟"

ام الخیرؓ نے کہا "خدا کی قسم! مجھے تمہارے صاحب کا کچھ علم نہیں۔" حضرت

ابوبکرؓ نے فرمایا ''آپ ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ، اور ان سے حضرت کا حال دریافت کرو۔''

چنانچہ وہ ام جمیل کے پاس گئیں۔ اور کہا کہ ابوبکرؓ تم سے (حضرت) محمدؐ بن عبداللہ کا حال پوچھتے ہیں؟ ام جمیل نے (راز داری اور خوف کی بنا پر) کہا۔ ''نہ میں ابوبکرؓ کو جانتی ہوں، نہ محمدؐ بن عبداللہ کو، (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چل سکتی ہوں۔'' ام الخیرؓ نے کہا، اچھا چلو۔ چنانچہ ام جمیلؓ ان کے ساتھ گئیں اور جا کر دیکھا کہ:

﴿ابابکر صریعا دنفا﴾

''ابوبکرؓ پڑے ہوئے ہیں اور شدت تکلیف سے قریب المرگ ہیں۔''

ام جمیلؓ آپ کے قریب گئیں اور (بے قابو ہو کر) چیخ اٹھیں اور کہنے لگیں:

''خدا کی قسم! جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ (سلوک) کیا ہے۔ وہ فاسق و کافر ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے آپ کا انتقام لیں گے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا (ان باتوں کو چھوڑو پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ حضرت ام جمیلؓ نے (آہستہ سے) کہا۔ یہ تمہاری ماں سن رہی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''تم ان کی فکر نہ کرو۔'' حضرت ام جمیل نے کہا:

﴿سالم صالح﴾

''حضور (بحمد اللہ) صحیح و سلامت ہیں۔''

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: آپ کہاں ہیں؟ کہا: ابن ارقم کے گھر میں! (اس کے بعد حضرت ام الخیرؓ اور ام جمیلؓ دونوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کچھ کھانے پینے کے لیے اصرار کیا تو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

﴿فقالت فانه علي ان لا اذوق طعاما ولا اشرب شرابا او اتي رسول الله صلى الله عليه وسلم﴾

''میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوں گا۔ نہ کچھ کھاؤں گا۔ اور نہ ہی کچھ پیوں گا۔''

(یہ سن کر یہ کھانے پلانے سے تو مایوس ہو گئیں) ان دونوں نے توقف کیا، یہاں تک کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہوئی۔ تو دونوں آپ کو لے چلیں۔

﴿يتكئ عليهما حتى ادخلتاه على رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكب عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبله واكب عليه المسلمون ورق له رسول الله صلى الله عليه وسلم رقةً شديدةً﴾

''حضرت ابوبکرؓ ان دونوں کا سہارا لیے چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں نے آپ کو حضورؐ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ (آپ کے پہنچتے ہی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر جھک پڑے۔ اور بوسہ لیا۔ نیز تمام مسلمان بھی آپ پر جھک پڑے۔ اور آپ کی حالت دیکھ کر حضورؐ پر شدید رقت طاری ہو گئی۔''

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، اب مجھے کوئی تکلیف باقی نہیں، سوائے اس کے جو اس خبیث (عتبہ) نے میرے منہ پر مارا تھا۔ یہ میری والدہ ہیں۔ اپنے بیٹے پر بڑی مہربان ہیں اور آپ کی ذات بڑی بابرکت ہے۔ آپ انہیں اللہ کی طرف دعوت دیجئے۔ اور ان کے لیے اللہ سے دعا کیجیے۔ امید ہے کہ آپ کی برکت سے اللہ ان کو نار جہنم سے بچا لے گا۔ چنانچہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اللہ سے دعا فرمائی۔ اور انہیں اللہ کی طرف بلایا۔ چنانچہ وہ اسلام لے آئیں۔ اور ایک مہینہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دار (ارقم) میں انتالیس (۳۹) مسلمان تھے۔

وقد کان حمزۃ بن عبد المطلب اسلم یوم ضُرِبَ ابو بکر[۱]

"اور جس دن حضرت ابوبکرؓ کو زدوکوب کیا گیا، اسی دن حضرت حمزہؓ اسلام لائے۔"

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی روایت من وعن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بحوالہ ریاض النضرۃ نقل کی ہے۔[۲]

علامہ حلبی رحمہ اللہ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ نیز لکھا ہے کہ زمخشری نے اپنی کتاب "خصائص العشرہ" میں ذکر کیا ہے کہ (حضرت) ابوبکرؓ کو یہ واقعہ اس وقت پیش آیا۔ جب آپ اسلام لائے اور قریش میں اپنے اسلام کا اعلان کیا۔[۳]

مؤلف عاجز بخاری عرض کرتا ہے کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بڑی ایمان افروز روح آفریں ہے۔ اس سے مناقب وفضائل صدیقی کے شاہکار آشکار ہوتے ہیں۔ خصوصاً دعوت وتبلیغ دین کا جوش اور عشق ومحبت کا کمال! علیہا الصلوٰۃ والسلام۔

(۱۸) حضرت عمرؓ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو مشرکین مکہ نے انہیں بھی معاف

---

[۱] "البدایہ والنہایہ" جلد ثالث ص ۲۹ تا ۳۰۔

[۲] "ازالۃ الخفاء" مقصد دوم فصل سوم۔ تفسیر آیات خلافت۔

[۳] "سیرت حلبیہ" جلد اول ص ۳۳۰، ۳۳۲۔

نہ کیا۔ اور آپ باوجود اپنی بے مثال عظمت و جلالت اور ہیبت و وجاہت کے جفا پیشہ و ستمگار کفار کی جفا کاری وستمگاری سے نہ بچ سکے۔

(ا) صحیح بخاری میں ہے کہ:

ابوعمرو عاص بن وائل عہد جاہلیت میں حضرت عمرؓ کے حلیف تھے۔ ان کے حال دریافت کرنے پر حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا:

﴿زعم قومك انهم سيقتلوني ان اسلمت﴾

''تیری قوم اس بنا پر کہ میں اسلام لے آیا ہوں، مجھے قتل کر دینا چاہتی ہے۔''

عاص حضرت عمرؓ کو تسلی دے کر آپ کے گھر سے نکلا،

﴿فلقي الناس قد سال بهم الوادي فقال اين تريدون؟ فقالوا نريد هذا ابن الخطاب الذي صبا[1]﴾

''تو اسے (اس کثرت سے) لوگ ملے کہ ملکی وادی ان سے بھر پور تھی۔ عاص نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے، اسی ابن خطاب کو ختم کرنے چلے ہیں جو بے دین ہو چکا ہے۔''

عاص کے منع کرنے پر لوگ واپس لوٹ گئے۔

(ب) ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

﴿لما اسلم عمر اجتمع الناس عند داره وقالوا صبا عمر[2]﴾

''جب حضرت عمرؓ اسلام لے آئے تو آپ کے گھر کے قریب لوگ مجتمع ہو گئے اور کہنے لگے، عمرؓ بے دین ہو گئے۔''

---

[1] صحیح بخاری باب اسلام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

[2] ایضاً۔

(ج) امام ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کے لیے بدھ کے دن دعا فرمائی۔ اور حضرت عمرؓ جمیس کے دن اسلام لے آئے۔

﴿فکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اھل البیت تکبیرۃ سمعت باعلاء مکۃ﴾

''آپ کے اسلام لے آنے پر حضورؐ اور دار (ارقم) میں مقیم صحابہؓ نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکہ گونج اٹھا۔''

حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم اپنا دین کیوں چھپائیں جبکہ ہم حق پر ہیں۔ اور مشرکین اپنا دین ظاہر کرتے ہیں۔ جب کہ وہ باطل پر ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

﴿یا عمر! انا قلیل قد رأیت ما لقینا﴾

''عمر! ہم تھوڑے ہیں۔ اور ہمیں (مشرکین سے) جو مظالم پیش آرہے ہیں وہ تم جانتے ہو۔''

(حضرت) عمرؓ نے عرض کیا:

اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں ہر اس مجلس میں اپنے ایمان کا اعلان کروں گا۔ جس میں میں کافر کی حیثیت سے بیٹھا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ (دار ارقم سے) چلے بیت اللہ کا طواف لیا۔ پھر قریش کے پاس گئے۔ ابوجہل نے کہا فلاں شخص کا گمان ہے کہ تو بے دین ہو گیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

﴿اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ﴾

﴿فوثب المشرکون الیہ ووثب علی عتبۃ وخبرتہ علیہ﴾

''مشرکین یکا یک آپ پر ٹوٹ پڑے اور آپ نے عتبہ پر حملہ کر دیا۔ اور اسے پچھاڑ کر اپنے نیچے گرا دیا۔''

اور مارنے لگے۔ اور اس کی آنکھوں میں اپنی انگلیاں داخل کر دیں۔

﴿فجعل عتبة يصيح فتنحى الناس فقام عمرؓ﴾

''عتبہ چیخنے چلانے لگا۔ لوگ ہٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ کھڑے ہو گئے۔''

کوئی آپ کے قریب نہ جاتا تھا۔ اگر کوئی قریب جاتا تو آپ ان میں سے شریف کو پکڑ لیتے (اور اس کی گت بناتے) یہاں تک کہ لوگ عاجز آ گئے۔

آپ ان تمام مجالس میں گئے۔ جہاں بیٹھا کرتے تھے۔ اور اپنے ایمان کا اظہار کیا اور اعلان فرمایا۔ اور ان سب پر غالب ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ آئے۔ عرض کیا:

''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! خدا کی قسم! کوئی مجلس ایسی باقی نہیں بچی، جس میں حالت کفر میں بیٹھا کرتا تھا۔ کہ میں نے اس میں بے خوف و ہراس اپنے ایمان کا اعلان نہ کیا ہو۔''

﴿فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وخرج عمر امامه وحمزة بن عبد المطلب حتى طاف بالبيت وصلى الظهر مومنا ثم انصرف الى دار ارقم ومعه عمر﴾[1]

''پس حضورؐ تشریف لے چلے۔ حضرت عمرؓ آپؐ کے آگے آگے تھے۔ حضرت حمزہؓ بھی ساتھ تھے۔ بیت اللہ کا طواف کیا اور امن سے ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر آپ دار ارقم کی طرف واپس تشریف لے آئے اور حضرت عمرؓ آپ کے ساتھ تھے۔''

---

[1] ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۳۰۔

(د) امام ابن ہشامؒ ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کعبہ کے دروازہ پر حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام کا اعلان کیا، تو مشرکین چاروں طرف اپنی مجلسوں میں موجود تھے۔

﴿فثاروا الیه فما برح یقاتلهم ویقاتلونه حتی قامت الشمس علی رؤسهم فوالله لکانما کانوا ثوابا کشط عنه[۱]﴾

''آپ پر پل پڑے۔ مشرکین مکہ اور آپ میں لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ سورج چڑھ کر سر پر آ گیا۔ خدا کی قسم! گویا انہوں نے آپ کے کپڑے (پھاڑ کر) اتار دیے تھے۔''

عمرؓ! عزت اسلام:

صحیح بخاریؒ اور طبقات ابن سعدؒ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے تھے۔

﴿ما زلنا اعزة منذ اسلم عمر۔[۲]﴾

''جب سے حضرت عمرؓ اسلام لائے ہم ہمیشہ غالب اور زبردست رہے۔''

امام ابن سعد رحمہ اللہ کی ایک دوسری روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ اسلام لائے۔

﴿فلما اسلم عمر قاتلهم حتی ترکونا نصلی[۳]﴾

---

۱ ''سیرت ابن ہشام'' جز اول ص ۳۷۵۔

۲ صحیح بخاری باب اسلام عمرؓ۔

۳ ''طبقات'' جلد ۳ ص ۲۷۰۔

”جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو مشرکین سے لڑے یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا۔ اور ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے لگے۔“

امام ابن ہشام اور امام ابن سعد (رحمہما اللہ) اپنی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

﴿إن اسلام عمر كان فتحا وان هجرته كانت نصرا وان امارته كانت رحمة ولقد كنا ما نصلي عند الكعبة حتى اسلم ثم قاتل قريشا حتى صلى عند الكعبة وصلينا معه [1]﴾

”یہ حقیقت ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لے آنا دین کی فتح تھی اور آپ کی ہجرت دین کی نصرت تھی اور آپ کی خلافت رحمت تھی اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے تک ہم کعبہ میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے جب آپ اسلام لائے تو قریش سے لڑے۔ یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کعبہ میں نماز پڑھی۔“

(۱۹) حضرت عثمان ذی النورینؓ:

داماد رسولؐ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مستضعفین صحابہؓ کی طرح ہدف تعذیب و عقوبت اور نشانہ جور و جفا بننا پڑا۔

امام ابن سعدؒ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

جب حضرت عثمانؓ اسلام لائے تو آپ کو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے پکڑ کر رسی سے باندھ دیا۔ اور کہا، تو اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر نیا دین قبول کرتا ہے؟

---

[1] ”سیرت ابن ہشام“ جلد اول ص ۳۶۷، ”طبقات“ جلد ۳ ص ۲۷۰۔

﴿واللہ لا اخلّک ابدًا حتی تدع ماانت علیہ من ھذا الدین، فقال عثمان واللہ لا ادعہ ابدًاو لا افارقہ﴾

''خدا کی قسم! میں تجھے کبھی نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تو یہ دین چھوڑ نہ دے حضرت عثمانؓ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں کبھی اس دین کونہیں چھوڑوں گا۔''

جب حکم نے دین میں آپ کی یہ پختگی دیکھی تو چھوڑ دیا۔[۱]

(۲۰) حضرت زبیرؓ

حواری رسولؐ حضرت زبیرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان پر بھی مشق ستم کی گئی۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ حضرت لیثؒ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت زبیرؓ کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تھے۔

﴿لیرجع الی الکفر فیقول لا اکفر ابدًا[۲]﴾

''تا کہ کفر کی طرف پھر لوٹ آئیں مگر حضرت زبیرؓ فرماتے تھے۔ میں کفر ہرگز نہیں کروں گا۔''

(۲۱) حضرت طلحہؓ

امام ابن سعد رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ:

''جب حضرت ابوبکر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما اسلام لے آئے تو نوفل بن خویلد نے ان دونوں حضرات کو ایک ہی رسی سے جکڑ دیا (ان کے اپنے خاندان) بنو تیم

[۱] ''طبقات'' جلد ثالث ص ۵۵، ''سیرت حلبیہ'' ج اول ص ۳۱۲۔

[۲] ''صابہ'' ترجمہ حضرت زبیرؓ۔

نے بھی ان دونوں کو اس ظلم سے نہ بچایا۔ نوفل بن خویلد ''اسد قریش'' کے لقب سے مشہور تھا۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکر اور حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہما) کو ''القرینین'' (آپس میں دو ملے ہوئے) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔[1] لوگوں نے ان کے ہاتھ ان کی گردن میں باندھ کر کھینچا اور ان کی ماں پیچھے پیچھے غراتی اور گالیاں دیتی جاتی تھی۔[2]

(۲۲) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص:

آپ حضرت ابوبکرؓ کی دعوت پر اسلام لائے۔[3]

آپ نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ میں اسلام لانے میں تیسرا تھا۔[4] علامہ حلبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''بغلی کے کلام میں ہے کہ'' آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کے چچا ہیں۔ اور آپ کے اسلام لانے کو آپ کی والدہ نے سخت ناپسند کیا۔ آپ اس کے تابع فرمان و خدمت گزار تھے۔ اس نے کہا:

﴿واللہ لا آکل طعاما ولا شربت شرابا حتی تکفر بما جاء به محمد ﷺ﴾

''خدا کی قسم! جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کا کفر نہ کرو گے۔ میں نہ تو کچھ کھاؤں گی اور نہ ہی پیوں گی۔''

چنانچہ (اس نے ایسا ہی کیا اور) لوگ اس کا منہ کھول کر اس میں کھانا اور پانی ڈالتے۔

۱؎ ''طبقات ابن سعد'' جلد ثالث ص ۲۱۵ ''البدایۃ والنہایۃ'' جلد ۳ ص ۲۹۔

۲؎ ''حیات الصحابہ'' حصہ دوم ص ۳۰۲ بحوالہ تاریخ ابن عساکر ؟ بخاری۔

۳؎ ''سیرت حلبیہ'' جزء اول ص ۳۱۲۔

۴؎ ''طبقات'' جلد ۳ ص ۱۳۹۔

اور ایک روایت میں ہے کہ دو دن اور دو راتیں گزر گئیں نہ تو اس نے کچھ کھایا اور نہ پیا۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں جب میں نے یہ دیکھا تو کہا

''میری ماں! خدا کی قسم! اگر تیری سو جانیں ہوں۔ اور ایک ایک کر کے سب نکل جائیں۔''

﴿ما ترکت دین هذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکلی ان شئت او لا تاکلی﴾

''میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین نہیں چھوڑوں گا۔ تیرا جی چاہے کھایا نہ کھا۔''

جب اس نے یہ (عزم) دیکھا تو کھانا شروع کر دیا۔

اور بلاذریؒ کی انساب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ کو اپنے نماز پڑھنے کی خبر دی۔ اس کے بعد جب میں گھر آیا تو گھر کے دروازہ پر اسے موجود پایا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی، اے میرے خاندان میں سے میرے مددگارو! اس کے خلاف میری مدد کرو۔ تاکہ میں اسے گھر میں قید کر کے دروازہ بند کر دوں۔

﴿حتی یموت او یدع هذا الدین المحدث﴾

''یہاں تک کہ یا تو یہ اندر ہی اندر مر جائے یا یہ نیا دین چھوڑ دے۔''

میں جدھر سے آیا تھا ادھر واپس چلا گیا۔ اور کہہ دیا کہ میں تیرے پاس نہیں آؤں گا۔ اور نہ تیرے گھر کے قریب پھٹکوں گا۔ اس طرح کچھ مدت گزر گئی۔ پھر مجھے خود بلوا بھیجا۔ میں گھر چلا گیا۔ کبھی تو میری ماں مجھے خوشی سے پیش آتی اور کبھی ناراضگی سے۔ اور مجھے میرے بھائی عامر کے مقابلہ میں عار دلاتی۔ اور کہتی کہ ''وہ ٹھیک ہے۔ وہ

اپنا دین نہیں چھوڑتا۔'' پھر جب (حضرت) عامرؓ اسلام لے آیا

﴿فلقي منها مالم يلق احد من الصباح والا ذى حتى هاجر الى الحبشه ﴾[۱]

''تو ماں سے وہ تعذیب واذیت اٹھائی جو کسی نے بھی نہ اٹھائی۔ یہاں تک کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا۔''

(ب) ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے وادیوں میں چلے جاتے اور اپنی قوم سے چھپ کر نماز پڑھتے۔ ایک دن حضرت سعدؓ بن ابی وقاص چند صحابہ کے ساتھ مکہ کی وادی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ بعض مشرکین ظاہر ہوئے۔ صحابہؓ کی نماز پر نکیر کرنے لگے۔ عیب چینی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صحابہؓ سے لڑنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھا کر ایک مشرک کو ماری اور اسے زخمی کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا۔[۲]

(۲۳) حضرت عامرؓ بن ابی وقاص:

آپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عامرؓ بن ابی وقاص دس حضرات کے بعد گیارھویں نمبر پر اسلام لائے۔

﴿فلقي من امه مالم يلق احد من قريش من الصباح به والا ذى له حتى هاجر الى ارض الحبشه﴾

---

[۱] ''سیرت حلبیہ'' ج اول ص ۳۱۲، ۳۱۳۔

[۲] ''سیرت ابن ہشام'' جلد اول ص ۲۸۲ ''البدایہ والنہایہ'' جلد ثالث ص ۳۷۔

''تو اپنی ماں سے وہ دکھ درد پایا جو قریش میں سے کسی نے بھی نہ
پایا۔ یہاں تک کہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔''

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب میرا بھائی عامرؓ اسلام لایا تو میں باہر سے گھر آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ میری ماں اور میرے بھائی کے گرد جمع ہیں۔ میں نے کہا کہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ انہوں نے کہا، یہ تیری ماں نے تیرے بھائی عامرؓ کو پکڑ رکھا ہے۔ اور

﴿تعطی اللہ عھدً الا یظلھا ظل ولا تاکل طعاماً ولا
تشرب شرابا حتی یدع الصباوۃ﴾

''اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ جب تک عامر رضی اللہ بے دینی
(اسلام) نہیں چھوڑے گا۔ میں نہ سایہ میں بیٹھوں گی۔ نہ کھانا
کھاؤں گی۔ نہ پانی پیوں گی۔''

اس پر حضرت سعدؓ آگے بڑھے اور اپنی ماں سے اکیلے ہو کر کہا، ماں! میرے متعلق یہ قسم کھا۔ اس نے کہا کیوں؟ حضرت سعدؓ نے کہا، تا کہ آپ نہ سایہ میں آرام کریں، نہ کھانا کھائیں، نہ پانی پئیں یہاں تک کہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیں۔

اس پر ان کی ماں نے کہا، میں تو اپنے نیک اور فرمانبردار بیٹے سے متعلق قسم کھاتی ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا

﴿وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم
فلا تطعھما (الآیۃ)۔[1]﴾

''اور اگر تیرے والدین تجھے میرے ساتھ شرک کرنے پر مجبور
کریں جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں، تو تو ان کی اطاعت نہ
کرنا۔''

[1] ''طبقات'' جلد ۳ ص ۱۳۳،۱۳۴۔

(۲۴) حضرت ابوذر غفاریؓ:

سابقین اولین میں سے ہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ نے ان کا اپنا قول چوتھے نمبر پر مسلمان ہونے کا نقل کیا ہے۔[1]

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوذرؓ اسلام لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ۔ انہیں (اسلام کی) خبر دو۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا۔

﴿والذی نفسی بیدہ لاصرخن بھابین ظھرا نیھم﴾

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں مشرکین کے سامنے اپنے اسلام کا چلا کر اعلان کر دوں گا۔''

چنانچہ بارگاہ نبوت سے اٹھ کر کعبہ میں آئے۔

فنادی باعلی صوتہ، اور بآواز بلند اعلان کیا:

''اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ۔''

مشرکین ٹکرا اٹھے،

﴿فضربوہ حتی اضجعوہ﴾

''اور آپ کو مارنے لگے۔ مارتے مارتے آپ کو لٹا دیا۔''

(حضرت) عباسؓ آئے اور (حضرت) ابوذرؓ پر جھک پڑے اور آپ کو ان (ظالموں) سے چھڑایا۔

﴿ثم عاد من الغد بمثلھا فضربوہ وثاروا الیہ فاکب العباس علیہ۔[2]﴾

''پھر دوسرے دن بھی حضرت ابوذرؓ نے اسی طرح بآواز بلند

---

[1] ''صفۃ الصفوۃ'' ترجمہ حضرت ابوذرؓ۔
[2] صحیح بخاری باب اسلام ابی ذرؓ۔

اعلان کیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو زدوکوب کیا اور آپ پر ٹوٹ
پڑے۔ پھر حضرت عباسؓ آپ پر جھک پڑے۔"
صحیح مسلم جلد ۲ فضائل ابی ذرؓ اور مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۳۸، ۳۳۹ میں
بھی یہ روایت موجود ہے۔ ۱ طبرانی میں ہے کہ میرے کلمہ شہادت پڑھنے پر قریش کی
جماعت میرے اوپر ٹوٹ پڑی اور مجھے پیٹتے پیٹتے سرخ بت کی طرح یعنی لہولہان کر دیا۔
اور اپنے خیال میں مجھے قتل کر کے چھوڑا۔ ابونعیم اور حاکم کی روایت میں بھی یہی مضمون
ہے۔ (حیات الصحابہؓ حصہ دوم ص ۳۱۲)

(۴۵) حضرت خالدؓ بن سعید:

آپ نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ علامہ ابن عبدالبرؒ اور شیخ الاسلام ابن حجر رحمہما
اللہ ایک روایت تو یہ نقل کرتے ہیں کہ:

﴿کان اسلامہ مع اسلام ابی بکر ۲﴾

"آپ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اسلام لائے۔"

علامہ ابن عبدالبرؒ رحمہ اللہ ایک قول نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ تیسرے یا چوتھے
مسلمان تھے۔

امام ابن سعد، علامہ ابن عبدالبر اور شیخ الاسلام ابن حجر رحمہم اللہ ایک روایت یہ
کرتے ہیں کہ آپ پانچویں نمبر پر اسلام لائے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ بن
حارثہ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے بعد۔ ۳ اور یہی روایت اصح معلوم ہوتی ہے۔
امام ابن کثیر رحمہ اللہ امام بیہقی سے نقل کرتے ہیں۔ وہ اپنی سند سے روایت

---

۱ مہاجرین حصہ دوم ص ۷۰۔

۲ "استیعاب" "اصابہ" ترجمہ حضرت خالدؓ۔

۳ "استیعاب" "اصابہ" ترجمہ حضرت خالدؓ "طبقات" ذکر حضرت خالدؓ۔

کرتے ہیں کہ

حضرت خالد بن سعید بن العاص قدیم الاسلام تھے۔ جب وہ اسلام لائے۔ اور ان کے باپ کو اس کے اسلام کی خبر ہوئی تو ان کی تلاش میں آدمی بھیجا۔ جب آپ اس کے سامنے لائے گئے، تو اس نے بہت ڈانٹ ڈپٹ کی۔

﴿وضربه بمقرعة في يده حتى كسرها على رأسه﴾

''اور اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا۔ اس سے آپ کو مارا۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے سر پر ٹوٹ گیا۔''

آپ کے باپ نے کہا، خدا کی قسم! میں تمہارا رزق بند کر دوں گا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا، اگر تو میرا رزق بند کر دے گا تو خدا مجھے رزق دے گا۔ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ آیا۔

﴿فكان يكرمه ويكون معه﴾[1]

''حضورؐ اس کی عزت فرماتے تھے اور وہ آپ کے ساتھ رہنے لگا۔''

امام ابن سعد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص تیسرے یا چوتھے نمبر پر اس وقت اسلام لائے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ اور نواحِ مکہ میں چھپ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے باپ کو اس کا علم ہوا۔ تو آپ کو بلا بھیجا اور کہا کہ ''اسلام چھوڑ دیں۔'' حضرت خالدؓ نے فرمایا:

﴿لا ادع دين محمد حتى اموت عليه﴾

''میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین نہیں چھوڑ سکتا۔ یہاں تک کہ اس

---

[1] ''البدایۃ والنہایۃ'' جلد ثالث ص ۳۲، ۳۳۔

پر وفات پا جاؤں۔"

اس پر آپ کے باپ نے آپ کو کوڑے سے اس قدر مارا کہ آپ کے سر پر کوڑا توڑ دیا۔

﴿ثم امر به الى الحبس وضيق عليه واجاعه واعطشه حتى لقد مكث فى حر مكة ثلاثا مايذوق ماء﴾

"پھر حکم دیا کہ آپ کو قید کر دیں اور آپ پر نہایت تنگی اور سختی کی اور آپ کو بھوکا اور پیاسا مارا۔ یہاں تک کہ مکہ کی شدید گرمی میں تین دن تک انہوں نے پانی کو منہ تک نہ لگایا۔"

موقع پا کر حضرت خالدؓ قید سے نکل بھاگے۔ اور نواحِ مکہ میں اپنے باپ سے چھپے رہے۔ یہاں تک کہ اصحابؓ رسولؐ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تو وہ سب سے اول ہجرت کرنے والے تھے۔[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت خالدؓ اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اسلام سے بڑی خوشی اور حضرت خالد روپوش ہو گئے۔ آپ کے باپ کو آپ کے اسلام کا علم ہوا تو آپ کے بھائیوں اور اپنے غلام رافع کو آپ کی طلب وتلاش میں بھیجا۔ وہ آپ کو آپ کے باپ کے پاس لے آئے۔ اس نے آپ کو بڑی ڈانٹ ڈپٹ کی۔ زجر وتوبیخ کی۔ لاٹھی سے زدوکوب کیا۔ اور کوڑے سے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ کے سر پر مار مار کر کوڑا توڑ دیا۔ پھر کہا کہ:

"تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کرتا ہے۔ حالانکہ ان کی قوم ان کی مخالف ہے؟"

حضرت خالدؓ نے کہا "خدا کی قسم! حضورؐ سچ فرماتے ہیں اور میں ان کا متبع ہوں۔"

---

[1] "طبقات" جلد ۴ ص ۹۵

اس پر آپ کا باپ طیش میں آ گیا۔ اور اپنے بیٹے (حضرت خالدؓ) کو گالیاں دیں، پھر کہا ''کمینے! جہاں چاہو چلے جاؤ، خدا کی قسم! میں تمہیں کھانا وغیرہ نہیں دوں گا۔'' حضرت خالدؓ نے کہا، اگر آپ نے میرا رزق روک لیا تو اللہ مجھے رزق دے گا۔

یہ کہہ کر باپ نے آپ کو نکال دیا۔ اور اپنے دوسرے بیٹوں سے کہا۔ تم میں سے کوئی اس سے نہ بولے۔ ورنہ میں اس کے ساتھ وہی سلوک کروں گا، جو اس کے ساتھ کیا ہے۔ حضرت خالدؓ حضورؐ کی خدمت میں آ گئے اور حضورؐ کے ساتھ بالالتزام رہنے لگے۔[1]

(۲۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:

آپ بھی سابقین اولین میں سے ہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ نے آپ کو ''سادس فی الاسلام'' نقل کیا ہے۔[2]

ایک دن اصحابِ رسولؐ نے باہم کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا قریش کو قرآن کسی نے نہیں سنایا۔ ہم میں سے کون ہے، جو انہیں قرآن سنائے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا، ''میں سناؤں گا'' صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہمیں خوف ہے کہ وہ تمہیں ایذا و تکلیف دیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا آدمی ہو، جس کا قبیلہ ہو، جو قوم کے ظلم و ستم سے اسے بچا سکے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ نے فرمایا:

﴿دعونی فان اللہ سیمنعنی منھم﴾

''چھوڑو، مجھے جانے دو۔ اللہ تعالیٰ خود مجھے ان سے بچا لیں گے۔''

یہ کہہ کر دوپہر کے وقت جا کر مقام حام پر با آواز بلند سورۂ رحمٰن پڑھنے لگے۔

---

[1] ''طبقات'' جلد ۴ ص 95۔

[2] ''صفۃ الصفوۃ'' ترجمہ حضرت عبداللہؓ۔

قریش نے سُنا تو آپ پر پل پڑے۔

﴿یضربون وجہہ وقد ادمت قریش وجہہ﴾

''اور آپ کے مونہہ پر مارنے لگے اور مارتے مارتے قریش نے آپ کے مونہہ کا چہرا ادھیڑ دیا۔''

مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ برابر پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ سورۃ کا اکثر حصہ پڑھ لیا۔ پھر اپنے اصحاب کی طرف واپس آئے۔ انہوں نے آپ سے کہا، ہمیں اسی بات کا ان سے خطرہ تھا۔ فرمایا:

﴿واللہ ما رأیت اعدا اللہ اھون علی مثل الیوم ولو شئتم لا تینھم بمثلھا غدا قالوا لا قد اسمعتھم مایکرھون [1]﴾

''خدا کی قسم! آج دشمنانِ خدا نے جتنا مجھے کم اذیت دی ہے اتنا تو کبھی نہیں دی۔ اور اگر تم چاہو تو آج کی طرح میں کل بھی ان کے پاس جاؤں گا۔ انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔''

علامہ شبلیؒ نے یہ واقعہ طبری (جلد ۳ ص ۱۱۸۸) میں نقل کیا ہے [2]

اللہ اکبر! ع بڑھتا ہے ذوقِ جرم یہاں ہر سزا کے بعد

کیا عشق وایمان ہے کہ جتنا ستم جھیلتے اور ہدفِ تعذیب وعقوبت بنتے ہیں۔ اتنا جوش اور جذبہ فزوں ہوتا ہے۔

عشق کی سرمستی کا یہ حال ہے کہ کفار نا ہنجار مار مار کر چہرے کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں۔ مگر وہ بادہ نوشانِ عشق ومحبت اسے خاطر میں بھی نہیں لاتے اللہ اللہ! جب عشق صادق ہو۔ تو ایذا وتکلیف اور درد واذیت میں۔ کرب وتکلیف کہاں! لذت وحلاوت محسوس ہوتی ہے۔

---

[1] ''سیرت حلبیہ'' جلد اول ص ۳۳۲، ''سیرت ابن ہشام'' جزء اول ص ۳۳۶۔

[2] ''سیرت النبی'' حصہ اول ص ۲۳۲۔

نیز آپ کے ارشاد سے یہ حقیقت بھی منکشف ہو رہی ہے، کہ وہ جفا کار و ستم گار اس سے بھی زیادہ اور اشد ظلم و جفا کرتے رہتے تھے۔ اور اتنی سخت و شدید تکلیف و اذیت دیتے رہتے تھے۔ کہ یہ ظلم و ستم اور زدوکوب اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اہون وحقیر ہے۔

(۲۷) حضرت سعیدؓ بن زید:

آپ بھی نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

(ا) امام ابن سعد رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی اور بہن سے کہا "شاید تم دونوں اپنے آبائی دین سے پھر گئے ہو؟ آپ کے بہنوئی (حضرت سعیدؓ) نے فرمایا عمرؓ! حق آپ کے دین کے سوا (اسلام میں) ہے۔

﴿فوثب عمر علی ختنه فوطئه وطأ شديدا﴾

"اس پر حضرت عمرؓ یکایک آپ پر پل پڑے۔ اور پیروں سے انہیں بری طرح روندا اور کچلا۔"

آپ کی بہن آئیں اور آپ کو اپنے شوہر سے ہٹایا،

﴿فنفحها بيده نفحة فدمى وجهها فقالت وهى غضبى، يا عمر! ان كان الحق فى غير دينك اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله، فلما يئس عمر﴾

"تو آپ نے انہیں اس زور سے مارا کہ ان کے سر سے خون کا فوارہ بہ نکلا۔ اور ان کا مونہہ لہولہان ہو گیا۔ انہوں نے جوش اور غضب میں آکر کہا۔ اے عمرؓ! اس میں کوئی شک نہیں کہ حق

تیرے دین کے سوا (اسلام میں) ہے میں شہادت دیتی ہوں کہ
سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور (حضرت) محمدؐ اللہ کے رسول
ہیں۔ جب عمر مار مار کر ہار گئے، تو کہنے لگے جو کتاب تمہارے
پاس ہے، مجھے دو ذرا میں بھی اسے پڑھوں۔

اللہ اکبر! مارنے والے مار مار کر تو تھک گئے۔ زدوکوب کر کے آخر مایوس ہو گئے۔ مگر مار کھانے والے، لہولہان ہونے والے، خون میں نہا جانے والے جادۂ حق و صداقت سے ذرہ بھر نہ سرکے۔

بہن کی مظلومیت آخر رنگ لائی اور بھائی کے سنگین دل کو بہن کی خونابہ فشانی نے موم کر کے قبول اسلام کی طرف مائل کر دیا اور وہ مظلوم و مضروب اور خون میں نہائی ہوئی بہن کے سامنے کلمہ پڑھتے نظر آئے۔

(ب) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں فرمایا:

﴿واللّٰہ لقد رأیتنی وان عمر لموثقی علی الاسلام قبل
ان یسلم عمر!﴾[1]

''خدا کی قسم! خود اسلام لانے سے قبل حضرت عمرؓ اسلام لانے پر
مجھے باندھ دیا کرتے تھے۔!''

(ج) حضرت مولانا شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے قصہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''بہنوئی سے دست و گریبان ہوئے اور جب بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی۔ یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہو گیا۔ لیکن اسلام کی محبت اس سے بالاتر تھی۔ بولیں کہ ''عمرؓ! جو بن آئے کرو، لیکن اسلام اب دل سے نکل نہیں سکتا۔''

---

1. صحیح بخاری باب اسلام سعید بن زید رضی اللہ عنہ۔

ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر خاص اثر کیا۔ بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ ان کے جسم سے خون جاری تھا۔ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا: ''تم لوگ جو پڑھ رہے تھے۔ مجھ کو بھی سناؤ۔'' فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء سامنے لاکر رکھ دیئے۔ ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے امنوا باللہ ورسولہ (حدید)۔ تو بے اختیار پکار اٹھے کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقمؓ کے مکان میں جو کوہ صفا کی تلی میں واقع تھا، پناہ گزیں تھے۔

حضرت عمرؓ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی۔ چونکہ شمشیر بکف گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کو تردد ہوا۔ لیکن امیر حمزہؓ نے کہا ''آنے دو۔ مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے۔ ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔''

حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا ''کیوں عمرؓ! کس ارادے سے آیا ہے؟'' نبوت کی پرجلال آواز نے ان کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا کہ ''ایمان لانے کے لیے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے۔ اور ساتھ ہی تمام صحابہؓ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں!![1][2]

(۴۸) حضرت عثمانؓ بن مظعون:

آپ بھی سابقین اولین میں شامل ہیں۔ چودھویں نمبر پر اسلام لائے۔[3]

[1] انساب الاشراف بلاذری، طبقات ابن سعد، اسد الغابہ، ابن عساکر، کامل ابن اثیر۔

[2] ''سیرۃ النبیؐ'' حصہ اول ص ۲۲۵، ۲۲۶۔

[3] ''اصابہ'' ترجمہ حضرت عثمانؓ۔

امام ابن اسحاقؒ کا قول ہے کہ حضرت عثمانؓ مظعون ولید بن مغیرہ کی حمایت و پناہ میں تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ:

﴿مافیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من البلاء﴾

"اصحابؓ رسولؐ ابتلاء و مصائب میں مبتلا و گرفتار ہیں۔"

اور وہ (حضرت عثمانؓ) ولید کی امان میں آرام سے زندگی گزار رہے ہیں، تو فرمانے لگے:

خدا کی قسم! میں ایک مشرک کی امان میں آرام سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔

﴿واصحابی واھل دینی یلقون من البلاء والاذی فی اللہ مالا یصیبنی لنقص کثیر فی نفسی﴾

"اور میرے اصحاب اور اہل ایمان اللہ کی راہ میں اذیت و بلا میں مبتلا و گرفتار ہیں۔ اور میں اپنی کمزوری کی وجہ سے ان مصائب اور اذیتوں سے محروم ہوں۔"

تو وہ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے اور ان کی پناہ و حمایت ان کو واپس لوٹا دی۔ وہ کہتے رہے، میرے بھتیجے ایسا نہ کرو۔ کہیں میری قوم میں سے کوئی آپ کو ایذا و تکلیف نہ دے۔ لیکن آپ نے فرمایا نہیں میں اللہ عزوجل کی حمایت و حفاظت پر راضی ہوں اس کے سوا کسی کی پناہ مجھے منظور نہیں۔

حرم کعبہ میں اس حمایت و پناہ کی واپسی کا اعلان ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں سے پھرے تو قریش کی ایک مجلس میں لبید بن ربیعہ اشعار سنا رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ لبید نے کہا:

﴿الا کل شیء ماخلا اللہ باطل﴾

''سن لو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل (فانی) ہے۔''

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

﴿صدقت!﴾

''تو نے سچ کہا''

لبید نے (دوسرا مصرعہ) پڑھا۔

﴿و کل نعیم لا محالۃ زائل﴾

''اور بہر حال نعمت زوال پذیر ہے۔''

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

﴿کذبت نعیم الجنۃ لا یزول﴾

''یہ تو نے غلط کہا، جنت کی نعمتیں غیر فانی ہیں۔''

لبید نے کہا اے گروہ قریش! تمہارے ہم نشین (لبید) کو اس سے پہلے کبھی کوئی ایذا نہیں دی گئی۔ تمہارے سامنے اس بات سے (مجھے) تکلیف پہنچی ہے۔

ایک شخص نے کہا یہ بے وقوفوں میں سے ایک بیوقوف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والے ہیں۔ اس کی بات سے آپ برا نہ مانیے حضرت عثمانؓ نے اس بات کا رد کیا۔ بات بڑھ گئی۔ وہ شخص اٹھا اور حضرت عثمانؓ کی آنکھ پر تھپڑ مارا۔ جس سے آنکھ سیاہ پڑ گئی اور خراب ہو گئی۔ ولید بن مغیرہ قریب تھا۔ جو حضرت عثمانؓ کو تکلیف پہنچی، دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا:

''خدا کی قسم! میرے بھتیجے! آپ کی آنکھ کو جو تکلیف پہنچی ہے۔ یہ بیکار ہو گئی۔ اور تم میری پناہ میں اس قسم کی تکلیفوں سے محفوظ تھے۔'' حضرت عثمانؓ نے جواباً فرمایا:

﴿بل واللہ ان عینی الصحیحۃ لفقیرۃ الی مثل ما اصاب

احبتها فی اللہ ۔

"بلکہ خدا کی قسم! میری یہ صحیح آنکھ بھی اس کی محتاج ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں دوسری آنکھ کو جو مصیبت پیش آئی ہے اسی طرح اسے بھی پیش آئے۔"

وانی لفی جوار من هو اعز منک واقدر ۔

اور اے ابو عبدشمس بالیقین! میں اس کی ذات کی پناہ میں ہوں، جو تم سے زیادہ باعزت و باقدرت ہے۔

ولید نے کہا "اے میرے بھتیجے! تو دوبارہ میرے جوار میں آ جاؤ۔" حضرت عثمانؓ نے فرمایا نہیں۔[1]

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ روایت بڑی ایمان افروز ہے۔ اور اس میں متعدد فوائد ہیں، مثلاً

۱۔ صحابہ کرامؓ کے دل میں ابتلا و آزمائش اور بلا و مصیبت سے خوف و ہراس اور گریز و اضطراب کا جذبہ نہیں تھا، بلکہ وہ خدا اور اس کے رسول سے صحیح عشق اور سچی محبت کی وجہ سے ابتلاء و مصیبت سے محبت و پیار کرتے تھے۔ اور اس کی طلب و تلاش میں رہتے تھے۔

اللہ اکبر! عشق کا کیا کمال ہے کہ اللہ کے نام پر ایک آنکھ معذور و بیکار ہو جاتی ہے تو بجائے اس کے کہ اس کا افسوس ہو۔ خواہش اور طلب امنگ اور آرزو یہ ہے کہ دوسری بھی فی سبیل اللہ اسی صدمہ سے دوچار ہو۔

نفع و مفاد اور آرام و استراحت کی طلب ہوس کاری و مکاری ہے۔ عشق نام ہی محبوب کی طلب و وصال کی راہ میں ہر مصیبت و بلا کو برداشت کر لینے ہی نہیں بلکہ مصیبت کو راحت اور بلا کو رحمت سمجھنے اور ابتلا و آزمائش میں قلبی سکون و راحت اور حقیقی کیف و لذت محسوس کرتا ہے۔

---

[1] "البدایہ والنہایہ" جلد ثالث ص ۹۲، ۹۳ [illegible]

۲- صحابہ کرامؓ کو اللہ کی ذات پر کتنا اعتماد و توکل کہ وہ جانگسل آلام و مصائب کا خندہ پیشانی سے استقبال کر سکتے تھے۔ لیکن اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پناہ و جوار اور حفاظت و حمایت گوارا نہیں کر سکتے تھے۔

۳- ان کے دل میں اگر خوف تھا تو صرف خدا کا، غیر اللہ کا خوف و خطر ان کے دل سے چھو کر بھی نہیں گیا تھا۔ مجلس اعداء دین کی ہے۔ قریش کا اجتماع ہے۔ مخالفین کی بھری مجلس میں اللہ کا ایک تن تنہا بندہ کلمۂ حق کے اعلان و اعلاء میں ذرہ بھر تامل و تردد اور پس و پیش نہیں کرتا۔ اور ڈنکے کی چوٹ غلط بات کی تردید کر دیتا ہے۔ اور کفار کے مشتعل مجمع کی طرف سے ایک جان پر کیا بیتے گی! اس کا وہم و فکر تک نہیں کرتا۔ پھر اعلاء کلمۃ الحق کی پاداش میں جو کچھ جانِ حزیں پر گزری، اس کی قطعاً کوئی پروا نہیں۔ بلکہ طلب و آرزو ہے تو یہ ہے کہ دوسری آنکھ پر بھی یہی مصیبت گزرے جو ایک پر گزر چکی ہے۔ اللہ اکبر

وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ حسرت یارب!
مرے دونوں پہلوؤں میں دل بے قرار ہوتا

یہ ایمان افروز روایت حلیہ، ابو نعیم، اصابہ اور طبرانی میں بھی ہے۔ (حیات الصحابہ حصہ ۱ ص ۳۱۸)

قدیم الاسلام صحابہ کرام
کی داستان قید و بند

(۲۹) حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ:

حضرت عیاشؓ ماں کی طرف سے ابوجہل کے بھائی تھے۔نہایت قدیم الاسلام ہیں۔اسلام لے آنے کے "جرم وگناہ" کی پاداش میں ابوجہل اور حارث ابناء ہشام نے جو ماں کی طرف سے ان کے بھائی تھے۔ان کو رسیوں وغیرہ سے جکڑ کر محبوس ومقید کردیا۔ فَاَوْثَقَاہُ وَحَبَسَاہُ۔[1]

شیخ الاسلام نقل فرماتے ہیں کہ:

عیاشؓ بن ابی ربیعہ نے حضرت عمرؓ کی ہجرت کے قوت مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کے ماں کی طرف سے بھائی ابوجہل وحارث ابنائے ہشام ان کے پاس (مدینہ) پہنچے اورانہیں بتلایا کہ ان کی ماں نے قسم کھائی ہے کہ:

﴿ان لا یدخل راسہا دھن ولا تستظل حتی تراہ فرجع معھما فاوثقاہ رباطًا وحبساہ بمکۃ﴾

"وہ سر میں تیل نہیں ڈالے گی اور نہ سائے میں بیٹھے گی جب تک کہ اسے (عیاشؓ کو) نہیں دیکھ لے گی چنانچہ وہ ان کے ساتھ واپس مکہ آئے۔تو ان دونوں نے انہیں خوب مضبوط باندھ دیا۔ اور مکہ میں قید کردیا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نجات کے لیے دعا فرماتے رہے[2]

(۳۰) سلمۃؓ بن ہشام:

امام ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

[1] "طبقات" جلد ۴ص ۱۲۹۔

[2] "استیعاب" ذکر حضرت عیاشؓ۔

''نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ محمد ابن اسحٰق اور محمد بن عمر (رحمہما اللہ) کی روایت کے مطابق حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب مکہ واپس آئے تو،

﴿فحبسه ابو جهل وضربه وجاعه وعطشه﴾ [1]

''ابوجہل نے ان کو قید کر دیا اور مارا اور بھوکا اور پیاسا تڑپایا۔''

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

حضرت سلمہؓ بن ہشام مہاجرین حبشہ میں سے ہیں،

﴿وكان رضي الله عنه من خيار الصحابة وفضلائهم﴾

''اور آپ خیار وفضلا صحابہؓ میں سے تھے۔''

پانچ بھائی تھے، ابوجہل، حرث، سلمہ، العاص اور خالد۔ ابوجہل اور عاص بدر میں کافر مارے گئے۔ خالد قیدی ہو، فدیہ دے کر رہائی پائی اور کافر مرا۔ حرث اور سلمہ رضی اللہ عنہما اسلام لائے اور خیار المسلمین میں سے تھے اور حضرت سلمہؓ قدیم الاسلام ہیں۔

﴿واحتبس بمكة وعذب في الله عزوجل﴾

''مکہ میں محبوس ومقید رہے اور اللہ کی راہ میں عذاب میں مبتلا کیے گئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اندر دعا قنوت میں آپ کے لیے اور آپ کے سوا مکہ میں دوسرے مستضعفین کے لیے دعا فرماتے رہے۔ [2]

(۳۱) حضرت ولیدؓ بن ولید بن مغیرہ:

آپ حضرت خالدؓ بن ولید کے بھائی ہیں۔

---

[1] ''طبقات'' جلد ۴ ص ۱۳۰۔

[2] ''استیعاب'' باب سلمہ ذکر حضرت سلمہؓ بن ہشام۔

"بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ قید ہوئے۔ فدیہ دے کر رہا ہوئے۔ اسلام لے آئے اور مکہ لوٹ آئے۔"

﴿فوثب عليه قومه فحبسوه مع عياش ابن ابي ربيعة وسلمه بن هشام﴾[1]

"تو قوم ان پر ٹوٹ پڑی۔ اور انہیں حضرت عیاش اور حضرت سلمہ (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ قید و بند میں ڈال دیا۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد دعا فرماتے تھے۔ الٰہی سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ اور ولید بن اور کمزور مسلمانوں کو جو ہجرت کی استطاعت نہیں رکھتے (مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے) نجات عطا فرما[2]

بدر کے بعد تین سال تک حضورؐ ان تینوں حضرات کے لیے دعا فرماتے رہے[3]

پھر حضرت ولید بن ولید (کسی طرح) بندھن سے چھوٹ کر مدینہ پہنچ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) عیاش اور (حضرت) سلمہ (رضی اللہ عنہما) کے متعلق دریافت فرمایا تو عرض کیا:

﴿تركتهما في ضيق وشدة وهما في وثاق رجل احدهما مع رجل صاحبه﴾

"میں نے ان کو نہایت تنگی اور سختی کی حالت میں چھوڑا ہے وہ دونوں رسی وغیرہ سے اس طرح مضبوط بندھے ہیں کہ ایک کا پاؤں دوسرے کے پاؤں کے ساتھ بندھا ہوا ہے"

1۔ "طبقات" جلد ۴ ص ۱۳۱۔

2۔ ایضاً ص ۱۳۰۔

3۔ ایضاً ص ۱۳۲۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم مکہ جا کر پوشیدہ طور پر فلاں لوہار کے پاس جو اسلام لا چکا ہے، رہو۔ اور عیاشؓ اور سلمہؓ سے ملنے کی کوئی صورت نکال کر انہیں اطلاع دو۔ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں چلے آنے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت ولیدؓ فرماتے ہیں، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور ان دونوں کو ساتھ لے کر نکلا۔ اور انہیں جلدی سے کہ کہیں کوئی پیچھے سے طلب و تلاش میں نہ آ جائے، انہیں جلدی سے چلا کر مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔[1]

حارث بن ہشام سے روایت ہے کہ جب ولید بن ولید عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام (رضی اللہ عنہم) کو ساتھ لے کر مکہ سے چلا اور قریش کو خبر ہوئی تو خالد بن ولید اپنی قوم کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر ان کے تعاقب میں نکلا۔ یہاں تک کہ عسفان تک پہنچے مگر کوئی نشان وغیرہ نہ ملا۔

جب حضرت ولیدؓ وغیرہ مدینہ کی پتھریلی زمین میں پہنچے۔ تو حضرت ولیدؓ ٹھوکر کھا کر گرے اور ان کی انگلی ٹوٹ گئی۔ اور اس سے خون بہنے لگا۔ حضرت ولیدؓ نے اسے باندھا اور کہا ۔

﴿هل أنت الا إصبع دميت وفی سبيل الله ما لقيت﴾[2]

"تو ایک انگلی ہے۔ جس سے خون بہ رہا ہے۔ اور یہ جو کچھ تجھے پیش آیا ہے اللہ کی راہ میں پیش آیا ہے۔"

تینوں حضرات کے قتل کا منصوبہ:

سیرت ابن ہشام سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے حضرت ولیدؓ بن ولید، حضرت عیاشؓ اور حضرت سلمہؓ کو اسلام قبول کرنے کے "جرم" میں قتل کر دینے کا ارادہ کر

---

[1] "طبقات" جز ۴ ص ۱۳۳۔

[2] "طبقات" جز ۴ ص ۱۳۳، ۱۳۴۔

لیا تھا۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ بنو مخزوم کے کچھ آدمی ہشام بن ولید کے پاس گئے جبکہ اس کے بھائی (حضرت) ولید بن ولید اسلام لے آئے۔ اور انہوں نے (بنو مخزوم) نے متفقہ فیصلہ کر لیا تھا کہ بنو مخزوم کے جو نوجوان سلمہؓ بن ہشام اور عیاشؓ بن ابی ربیعہ (اور ولیدؓ) اسلام لے آئے ہیں انہیں پکڑ (کر قتل) کر دیں۔ کیونکہ انہیں ان سے (فتنہ) شر کا خوف تھا۔ (یعنی یہ اور نوجوانوں کی تبلیغ دین کر کے دائرہ اسلام میں لے آئیں گے) انہوں نے ہشام بن ولید سے کہا، ہم نے ان نوجوانوں کو سرزنش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جنہوں نے یہ نیا دین قبول کر لیا ہے۔ کیونکہ اس سے ہم کو دوسروں کے متعلق اطمینان نہیں۔

ہشام نے کہا، یہ لو، مگر یہ تم پر فرض ہے کہ اس پر عتاب تو کرو مگر اس کی ذات کو (خطرے میں ڈالنے) سے بچے رہنا

﴿الا لا يقتلن اخي عيص فيبقى بيننا ابدا تلاحي﴾

"خبردار! میرا بھائی قتل نہ ہونے پائے ورنہ ہمارا آپس میں ہمیشہ بغض وحسد، ورلڑائی جھگڑا رہے گا۔"

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ:

﴿لئن قتلتموه لا قتلن اشرفكم رجلا﴾

"اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو میں ضرور تمہارے سب سے زیادہ بزرگ ومعزز آدمی کو قتل کر دوں گا۔"

اس پر وہ کہنے لگے، الہٰی! تو اس پر لعنت کر! اس کے بدلے کون اپنی ذات کو خطرے میں ڈالے خدا کی قسم! اگر یہ ہمارے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو ہمارا سب سے بزرگ ومعزز آدمی قتل کیا جائے گا۔

چنانچہ بنو مخزوم نے (حضرت) ولیدؓ کو چھوڑ دیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں دفع فرمایا[1]

(۳۲) حضرت مصعبؓ بن عمیر:

آپ بھی نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ امام ابن سعد لکھتے ہیں۔

مصعبؓ بن عمیر نے دار ارقم میں اسلام قبول کیا اپنی ماں اور قوم کے خوف سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی طور پر ملا کرتے تھے۔ ایک دن عثمان بن طلحہ نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ اور آپ کی ماں کو اور قوم کو اس کی خبر کر دی۔

﴿فاخذوه فحبسوه فلم يزل محبوسا حتى خرج الى ارض الحبشة[2]﴾

''تو انہوں نے آپ کو پکڑ کر قید کر دیا آپ برابر محبوس و مقید رہے، یہاں تک کہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔''

(۳۳) حضرت ہشامؓ بن عاص:

حضرت عمرو بن عاص فاتح افریقہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔

(۱) ''اسلام کے بعد مہاجر قافلہ کے ساتھ حبشہ گئے کچھ دن رہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر سن کر مکہ واپس آئے۔ یہاں سے پھر مدینہ کا قصد کیا۔ لیکن باپ اور اہل خاندان نے قید کر دیا، عرصہ تک محصور رہے۔ غزوہ خندق کے بعد موقع ملا تو مدینہ آ گئے'' [3]

---

[1] ''سیرت ابن ہشام'' جزاول ص ۳۲۳۔

[2] جلد ۳ ص ۱۱۶ ترجمہ حضرت مصعبؓ۔

[3] ''مہاجرین'' حصہ دوم ص ۲۸۷ بحوالہ مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۴۰۔

(ب) شیخ الاسلام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''قدیم الاسلام ہیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ابن اسکنؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

میں اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشامؓ بن عاص نے جب ہجرت کی تیاری کی تو میں اور عیاشؓ تو صبح سویرے چل پڑے۔

﴿وحبس هشام وفتن فافتتن [1]﴾

''اور ہشامؓ قید کر دیئے گئے اور آپ کو شدید ابتلاء و آزمائش میں ڈال دیا گیا''

(ج) علامہ ابن عبدالبرؒ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(حضرت) ہشامؓ بن عاص قدیم الاسلام ہیں۔ مکہ میں اسلام لائے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر ملی تو مکہ کی طرف واپس آئے۔

﴿فحبسه ابوه و قومه بمكة حتى قدم بعد الخندق على النبي صلى الله عليه وسلم [2]﴾

''آپ کے باپ اور قوم کے لوگوں نے آپ کو مکہ میں قید کر دیا۔ اور آپ برابر محبوس رہے۔ یہاں تک کہ خندق کے بعد حضورؐ کی خدمت میں (مدینہ طیبہ) پہنچے۔''

ایک ایمان افروز سبق آموز واقعہ:

حضرت شیخ الاسلام اور حضرت علامہ ابن عبدالبرؒ رحمہما اللہ نے آپ کی شہادت کے ضمن میں ایک عجیب ایمان افروز واقعہ نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو:

---

[1] ''اصابہ'' جلد ۳ ص ۶۰۵ ترجمہ حضرت ہشام بن العاص۔

[2] ''استیعاب'' ذکر حضرت ہشامؓ۔

جنگ اجنادین کے دن جب رومی پسپا ہوئے تو وہ ایک ایسی جگہ جمع ہو گئے جہاں کا راستہ ایسا تھا کہ اس میں سے صرف ایک آدمی گزر سکتا تھا۔ وہاں رومی لڑنے لگے حضرت ہشامؓ بن عاص آگے بڑھے اور رومیوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور اسی تنگ درہ میں ان کی نعش گر گئی۔ اور راستہ بند کر دیا۔ جب مسلمان مجاہدین وہاں پہنچے تو اس بات سے ڈر گئے کہ گھوڑے نعش کو روند ڈالیں (حضرت ہشامؓ کے بڑے بھائی حضرت) عمروؓ بن عاصؓ نے فرمایا:

﴿یایها الناس ان الله قد استشهده و رفع روحه وانما هی جثة فاوطئوا الخیل ثم وطئه هو ثم تبعه الناس حتی قطعوه فلما انتهت الهزیمة ورجع المسلمون الی العسکر کر الیه عمرو فجعل یجمع لحمه واعضاءه وعظامه ثم حمله فی نطع فواراه ۱؎﴾

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت عطا فرمائی آپ کی روح کو اٹھا لیا اور یہ صرف جثہ ہے تم اسے روندتے ہوئے گھوڑے بڑھاؤ چنانچہ پہلے خود (حضرت) ہشامؓ کی نعش کو کچلتے ہوئے گھوڑا بڑھایا۔ پھر دوسرے لوگوں نے آپ کے پیچھے پیچھے گھوڑے بڑھائے یہاں تک کہ نعش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب رومیوں کو پورے طور پر شکست ہو گئی اور مسلمان مجاہدین واپس لوٹے تو حضرت عمروؓ اپنے بھائی کی نعش پر آئے اور اس کے گوشت کے بکھرے ہوئے ٹکڑے اس کے منتشر اعضاء اور اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کرنے لگے پھر ان سب کو ایک چادر میں اٹھایا اور دفن کر دیا۔"

اللہ اللہ! کتنا درد ناک صبر آزما ہے یہ منظر! چھوٹا بھائی شہید ہو گیا ہے۔ اس کا زخموں سے چور لاشہ خاک و خون میں لت پت سامنے پڑا ہے مگر بڑے بھائی کی زبان پر آہ و فغاں ہے، نہ نالہ و شیون!

۱؎ "الاستیعاب" ترجمہ حضرت ہشامؓ، "الاصابہ" جلد ۳ ص ۵۷۳ تذکرہ حضرت ہشامؓ۔

جب تک شہید کی اس نعش کو اسلامی لشکر پامال نہ کردے گھوڑوں کے ناپوں سے نعش کے پرخچے نہ اڑ جائیں۔ بدن کا جوڑ جوڑ اور بند بند الگ نہ ہو جائے۔ عضو عضو کٹ نہ جائے۔ گوشت پوست ریزہ ریزہ نہ ہو جائے قلب و جگر لخت لخت اور ذرہ ذرہ نہ ہو جائے۔ تب تک اسلام کی فتح ممکن نہیں، غلبہ اسلام کا تصور عمل میں نہیں آ سکتا۔ قرآنی نظام حیات اور دینی آئین زندگی کو بروئے کار نہیں لایا جا سکتا۔ اور تنزیل قرآن و بعثت رسول کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

روشن ترین مثالی کردار:

اب ایک مرد مسلمان اور مجاہد عظیم و جلیل صحابی کا روشن و تابندہ اور تابناک و درخشندہ کردار ملاحظہ ہو۔

پورا لشکر ایک شہید فی سبیل اللہ کے جسم اطہر کو اپنے گھوڑوں کے پاؤں تلے روند ڈالنے میں متامل و متردد ہے مگر حضرت ہشام شہید کے بڑے بھائی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ایک سیکنڈ کے لئے تردد و تامل نہیں کرتے۔ اپنے چھوٹے بھائی کے زخم خوردہ لاشے پر کھڑے ہو کر اپنے زیر فرمان پورے لشکر کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

برادر شہید کی روح اعلیٰ علیین میں پہنچ گئی۔ یہ تو محض ایک جثہ ہے۔ بہادرو! اپنے گھوڑوں سے اسے روندتے ہوئے آگے بڑھو۔ اور آگے بڑھ کر دشمنوں کا صفایا کردو۔

یہ کہہ کر سب سے پہلے اپنا گھوڑا بڑھاتے ہیں اور اپنے عزیز بھائی چھوٹے بھائی کی نعش کو اپنے گھوڑے کے سموں سے کچلتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ پورا لشکر اپنے شیر دل جرنیل کی اطاعت و اتباع کرتا ہے اور دوسرے لمحے شہید فی سبیل اللہ کے وجود پاک کی تکا بوٹی ہو چکی ہوتی ہے۔

کفار کو شکست فاش ہوئی۔ اسلامی لشکر فتح کے بھر پور پھریرے لہراتے ہوئے واپس ہوا۔ تو مرد غازی، مجاہد اکبر حضرت عمرو بن عاص نے اپنے ہاتھ سے اپنے چھوٹے بھائی کی نعش کی بوٹی بوٹی، ہڈی ہڈی اکٹھی کی۔ جوڑ جوڑ، بند بند جمع کیا۔ چادر میں رکھ

کر گٹھڑی باندھی۔ اٹھایا، اور سپردِ خاک کر دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حقیقت یہ ہے کہ جب اسلام محبوب، اسلام کا مفاد منظور اور ملتِ اسلامیہ کا مفاد ملحوظ و مطلوب ہو تو اس اعلیٰ و ارفع مقصد اور بلند و بالا نصب العین کی تحصیل و تکمیل کے لیے انسان اپنے ذاتی مفاد کو بے دریغ قربان کر دیتا ہے۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں

نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں!

جب تک جوان اپنی نفسی اغراض اور اپنے ذاتی مفادات کو دین و ملت کے اعلیٰ مفاد پر قربان نہیں کرتا۔ وہ "آسمانی منزل" کو کبھی نہیں پا سکتا۔ جب تک وہ اپنے ذاتی مفاد کے بت کو چومتا چاٹتا ہے۔ دین و ملت کی کوئی اعلیٰ خدمت نہیں کر سکتا دین و ملت کو زندہ غالب اور سرفراز انہیں غازیانِ دین و مجاہدینِ ملت نے کیا، جنھوں نے پہلے اپنے نفسی مفاد کے بت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

مجاہدینِ اسلام خصوصاً صحابہ کرامؓ نے ملی مفاد پر اپنے ذاتی مفاد کی بھینٹ چڑھا دی۔ اعزہ و اقارب، اہل و عیال، اموال و املاک اور ملک و وطن سب کچھ چھوڑا۔ اپنی جان بھی اللہ کی راہ میں لڑا دی۔ تب کہیں جا کر اسلام دنیا میں غالب ہوا۔ افراد فی سبیل اللہ شہید و قربان ہوئے تب قوم و ملت کامیاب و سرخرو ہوئی۔

وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی

فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زنِ طلسمِ مجاز ہو جا

(اقبالؒ)

تو فاتح مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کا یہ تابندہ و درخشندہ کردار "طلسمِ مجازی میں آتش زنی" اور قوم و ملت پر افراد کی فداکاری کے سلسلہ زریں کی ایک کڑی ہے۔ زریں اور سنہری کڑی!۔

یہ ایک عجیب و غریب قربانی ہے۔ انتہائی قربانی! جس کے ذکر و تصور سے بدن

کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اسلام انہی لرزہ براندام کر دینے والی سینکڑوں قربانیوں کے بعد کفر پر غالب آیا ہے۔ بخلاف اس کے جو لوگ اس اعلیٰ مقصد اور ارفع نصب العین سے قطعاً بیگانہ و نا آشنا ہیں۔ اور ذاتی مفاد و پست اغراض کے بتوں کی پوجا پاٹ سے فارغ نہیں ہوتے، وہ نہ صرف خود دین وملت کے لیے کوئی قربانی نہیں دے سکتے، بلکہ جانبازان اسلام و سرفروشان دین کی قربانیوں اور جانفروشیوں کو بھی صحیح قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھ پاتے اور شہداء فی سبیل اللہ کے لہو کی بوندوں سے مردانگی و جرأت، بہادری و شجاعت اور حق کی حمایت و حفاظت اور باطل کی سرکوبی و مدافعت کے سلسلہ میں قربانی و فدائیت اور سرفروشی و شہادت کا سبق حاصل کرنے کی بجائے ماتم و سینہ کوبی کرتے رہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۳۴) حضرت عبداللہؓ بن سہیلؓ اور (۳۵) حضرت ابو جندلؓ بن سہیلؓ:

(الف) "سیر الصحابہؓ" کے فاضل مؤلف لکھتے ہیں "سہیل رؤساء قریش میں سے تھے۔ اس لیے دوسرے رؤسا کی طرح اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے سخت دشمن تھے۔ لیکن قدرت کی کرشمہ سازی دیکھو کہ اسی دشمن اسلام کے گھر میں عبداللہ بن سہیل اور ابو جندل بن سہیل (رضی اللہ عنہما) جیسے اسلام کے فدائی پیدا ہوئے۔ یہ دونوں دعوت اسلام کے آغاز ہی میں مشرف باسلام ہوئے اور اسلام کے جرم میں باپ کے ہاتھوں طرح طرح کی سختیاں جھیلتے رہے۔

عبداللہؓ موقع پا کر حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ لیکن وہاں سے واپسی کے بعد پھر ظالم باپ کے پنجۂ ظلم میں اسیر ہو گئے۔ اور جنگ بدر کے موقع پر رہائی پائی۔ دوسرے بھائی ابو جندلؓ حدیبیہ کے زمانہ تک مشق ستم رہے۔

صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے معاہدہ لکھانے کی خدمت انہیں (سہیل) کے سپرد ہوئی۔ سہیل نے ایک شرط یہ پیش کی کہ "قریش کا کوئی شخص خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو اگر مسلمانوں کے پاس بھاگ جائے گا۔ تو مسلمانوں کو اسے واپس کرنا ہوگا۔"

مسلمانوں نے کہا "ہم یہ شرط ہرگز نہیں مان سکتے کہ ایک مسلمان مشرکین کے حوالہ کر دیا جائے۔"

ابھی یہ دفعہ زیر بحث تھی کہ سہیل کے لڑکے ابو جندلؓ جو سہیل کے ہاتھوں میں گرفتار تھے۔ کسی طرح بھاگ کر آ گئے۔ ان کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ انہیں دیکھ کر سہیل نے کہا، محمد! شرط پوری کرنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ آپ نے فرمایا: "مگر ابھی یہ دفعہ تسلیم نہیں ہوئی ہے۔" سہیل نے کہا "اگر تم ابو جندلؓ کو حوالہ نہ کرو گے، تو ہم کسی شرط پر صلح نہ کریں گے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اصرار کیا۔ مگر سہیل کسی طرح نہ مانے صحابہؓ نے ابو جندلؓ کو حوالہ کرنے کی بہت مخالفت کی۔ لیکن در حقیقت یہ صلح آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ تھی۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کی شرط مان لی۔ اور ابو جندل اسی طرح پابجولاں واپس کر دیے گئے۔ اور عہد نامہ مکمل ہو گیا۔ [1]

(ب) مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"عین اس وقت جبکہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا، سہیل کے صاحبزادے حضرت ابو جندلؓ جو اسلام لا چکے تھے اور مکہ میں کافروں نے ان کو قید کر رکھا تھا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔ کسی طرح بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آئے۔ اور سب کے سامنے گر پڑے۔ سہیل نے کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے۔ اس کو شرائط صلح کے مطابق مجھ کو واپس دے دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابھی معاہدہ قلمبند نہیں ہو چکا۔ سہیل نے کہا تو ہم کو صلح بھی منظور نہیں۔ آپؐ نے چند دفعہ اصرار کیا، لیکن سہیل کسی طرح راضی نہ ہوا۔ مجبوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرنا پڑا۔

ابو جندلؓ کو کافروں نے اس قدر مارا تھا۔ کہ ان کے جسم پر نشان تھے انہوں نے مجمع کے سامنے تمام زخم دکھائے۔ اور کہا:

برادران اسلام! کیا پھر مجھ کو اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو؟ میں اسلام لا چکا

---

[1] یہ تمام تفصیلات بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب سے ماخوذ ہیں۔

[2] "سیر صحابہؓ" حصہ ہفتم ص ۹۷ تا ۹۹ ملخصاً بلفظہ۔

ہوں۔ کیا پھر مجھ کو کافروں کے ہاتھوں میں دیتے ہو؟ تمام مسلمان تڑپ اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو جندلؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

﴿یا ابا جندل اصبر واحتسب فان اللّٰہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجا و مخرجا﴾

''ابو جندل! صبر اور ضبط سے کام لو۔ خدا تمہارے لیے اور دوسرے مظلوموں کے لیے کوئی راہ نکالے گا۔''

غرض حضرت ابو جندلؓ کو اسی طرح پابہ زنجیر واپس جانا پڑا۔[1]

(ج) صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت ابو جندلؓ نے کہا:

﴿ای معشر المسلمین ارد الی المشرکین وقد جئت مسلما الا ترون ماقد لقیت وکان عذب عذاباً شدیدا فی اللّٰہ[2]﴾

''مسلمانو! کیا میں مشرکین کو واپس کر دیا جاؤں گا؟ حالانکہ میں مسلمان تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں نے ان سے جو ظلم وستم جھیلے اور زخم پہ زخم کھائے ہیں، کیا وہ تم کو نظر نہیں آ رہے۔؟''

اور حضرت ابو جندلؓ اللہ کی راہ میں عذاب شدید میں مبتلاء کیے جاتے تھے۔

(د) اور ''سیرت ابن ہشامؒ'' کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ابو جندلؓ لوہے کی بیڑیاں پاؤں میں پہنے ہوئے آ پہنچے۔ جب سہیل نے حضرت ابو جندلؓ کو دیکھا، تو اٹھ کر ان کا گریبان پکڑ لیا۔ اور ان کے مونہہ پر مارنے لگا۔ گریبان کو نہایت سختی سے پکڑ کر انہیں زور سے کھینچتا تھا کہ انہیں واپس لوٹا لے۔

﴿وجعل ابو جندل یصرخ باعلی صوتہ یامعشر المسلمین أارد الی المشرکین یفتنونی فی دینی؟[3]﴾

---

[1] ''سیرت النبیؐ'' حصہ اول ص ۴۵۶، ۴۵۷ ملخصاً بلفظہ۔

[2] ''سیرت ابن ہشامؒ'' جلد ۳ ص ۳۳۲، ۳۳۳۔

[3] صحیح بخاری۔

''اور حضرت ابو جندلؓ بآواز بلند چیخ و پکار کر رہے تھے۔ اور کہتے تھے، اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کو واپس کر دیا جاؤں گا۔ وہ مجھے دین اسلام کے بارے میں شدید ترین آزمائش میں ڈالتے ہیں''

(۵) امام ابن سعد رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

محمد بن اسحاق اور محمد بن عمرو (رحمہما اللہ) کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن سہیل نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ جب مکہ واپس آئے۔

﴿فاخذه ابوه فاوثقه عنده وفتنه في دينه ﴾[1]

''تو آپ کو آپ کے باپ (سہیل) نے پکڑ کر باندھ دیا اور گھر میں ڈال دیا اور دین کے معاملہ میں شدید ابتلاء و آزمائش میں مبتلا کر دیا۔''

(۳۶) حضرت ابو بصیرؓ:

آپ کا نام عتبہ بن اسید ہے۔ اسلام کی معروف شخصیت ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ اور امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے تو آپ کا نہایت طویل اور عجیب قصہ بیان کیا ہے۔

آپ کو قبول اسلام کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتوں اور کلفتوں سے دوچار ہونا پڑا۔

امام ابن اسحاق کا قول ہے:

﴿كان ممن حبس بمكة ﴾[2]

''آپ مکہ میں محبوس رہے۔''

ستر سے زائد صحابہؓ:

امام ابن اسحاقؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مجبور و مظلوم صحابہؓ کی تعداد

---

[1] ''طبقات'' جلد ۴ ص ۴۰۶۔

[2] ''سیرت ابن ہشام'' ج ۳ ص ۳۳۷۔

جو مشرکین مکہ کی قید میں تھے۔ ستر سے زیادہ تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

مکہ میں محبوس مسلمانوں میں سے

﴿قریب من سبعین رجلا﴾

"قریباً ستر اشخاص" (کسی طرح قید سے نکل کر) ابو بصیرؓ کے

پاس جمع ہو گئے۱

جب محبوس و مقید صحابہ کرامؓ میں سے قریباً ستر تو کسی طرح قید سے نکل کر حضرت ابوبصیرؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ تو معلوم ہوا کہ محبوسین کی کل تعداد ستر سے زیادہ تھی۔

(۱۰۷) حضرت طلیبؓ بن عمیر:

آپ نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ بروایت حاکمؒ آپ دارارقم میں اسلام لائے۔ ابولہب آپ کا ماموں تھا۲

مگر بلاذریؒ نقل کرتے ہیں کہ جب مشرکین نے مسلمانوں کو شعب (ابی طالب) میں محصور کر دیا۔ تو اس مواقع پر حضرت طلیبؓ نے ابولہب کو زخمی کر دیا۔

﴿فاخذوا طلیباً فاوثقوه۳﴾

"اس پر مشرکین نے آپ کو پکڑ کر باندھ دیا۔"

☆ ☆ ☆

یہ ہے اسیران اسلام کی داستان اسیری! مگر ناتمام! اتمام و تکمیل کی یہ مختصری تالیف متحمل کہاں؟

رضی اللہ عنہم اجمعین

---

۱ ایضاً ص ۳۳۸۔

۲ "اصابہ" جلد ۲ ص ۲۲۵ ذکر حضرت طلیبؓ۔

۳ ایضاً۔

﴿عریانی و تشنگی﴾

اب وہ واقعات ملاحظہ ہوں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو "جرم" اسلام عریانی و تشنگی کی سزا بھی بھگتنی پڑی۔

(۱۰۸) حضرت عبداللہؓ ذوالبجادین:

شیخ الاسلام امام ابن حجر رحمہ اللہ ابن اسحاق سے روایت نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ مزنی یتیم تھے۔ آپ کے چچا نے بڑے لطف و کرم سے آپ کی پرورش کی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ آپ مسلمان ہو گئے ہیں۔

﴿فنزع منہ کل شیء اعطاہ حتی جردہ من ثوبہ﴾

"تو اس نے جو کچھ دے رکھا تھا ہر شے چھین لی۔ حتیٰ کہ بدن کے کپڑے تک اتار لیے۔"

یہ اپنی ماں کے پاس آئے اس کی ایک چادر تھی۔ اس کے دو ٹکڑے کر کے عبداللہؓ کو دی۔ انہوں نے ایک کا تہبند بنایا۔ اور ایک اوپر کی چادر۔ صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تم عبداللہ ذوالبجادین (دو چادروں والے) ہو تم میرے دروازے پر رہا کرو۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ باب نبویؐ پر رہنے لگے۔[1]

اس مضمون کی روایت علامہ ابن جوزیؒ نے ابن سعدؒ سے[2] علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ابن ہشام کے حوالہ سے،[3] اور شاہ معین الدین احمد ندویؒ نے

---

[1] "اصابہ" جلد ۲ ص ۳۳۰ ذکر حضرت عبداللہ۔

[2] صفۃ الصفوۃ جلد اول ص ۲۸۱ ترجمہ حضرت عبداللہؓ۔

[3] "استیعاب" ذکر حضرت عبداللہ رضی اللہ۔

اسد الغابہ سے نقل کی ہے۔[۱]

(۱۰۹) حضرت ابو امامہؓ باہلی:

آپ کا نام صدیؓ بن عجلان ہے قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے قبیلہ میں دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ جس وقت یہ اپنے قبیلہ میں پہنچے، اس وقت اہل قبیلہ اونٹوں کو پانی پلانے کے بعد ان کا دودھ دوہ کر پی رہے تھے۔ ابو امامہؓ کو دیکھا تو مرحبا بالصدی بن عجلان یعنی "صدی بن عجلان خوش آمدید" کہہ کر استقبال کیا۔ استقبال کے بعد پہلا سوال یہ کیا۔ کہ "ہم نے سنا ہے کہ اس شخص (رسولؐ اللہ) کے ساتھ تم بھی بے دین ہو گئے؟"

ابو امامہؓ نے جواب دیا: "نہیں، بے دین تو نہیں ہوا۔ البتہ خدا اور رسولؐ پر ایمان لایا ہوں۔ اور رسولؐ اللہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہارے سامنے اسلام پیش کروں۔"

اسی سلسلہ میں انہوں نے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس کا جواب انکار کی صورت میں ملا۔ ابو امامہؓ کو پیاس معلوم ہوئی، پانی مانگا۔ لیکن دعوت اسلام کے بعد تمام اہل قبیلہ ان کے دشمن ہو گئے تھے۔ چنانچہ جنہوں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے مرحبا کہہ کر استقبال کیا تھا۔ انہیں کی جانب سے یہ جواب ملا کہ تم تڑپ تڑپ کر مر جاؤ مگر تم کو پانی کا ایک قطرہ نہیں مل سکتا یہ خشک جواب سن کر ابو امامہؓ تپتی ہوئی ریت پر سو گئے۔ خواب میں قدرت الٰہی نے سیراب کر دیا۔ سو کر اٹھے، تو قبیلہ والے اپنی بدخلقی پر آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ تمہارے سرداروں میں سے ایک شخص تمہارے پاس آیا اور تم نے دودھ اور خرمے تک سے اس کی تواضع نہ کی۔ اس احساس کے بعد اہل قبیلہ نے ان کے سامنے دودھ اور خرما پیش کیا۔ مگر انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا،

۱۔ "سیر الصحابہؓ" جلد ششم حالات حضرت عبداللہ بن عبد نہم۔

خدا نے مجھے سیراب کر دیا۔[1]

شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہی روایت ابو یعلیٰ اور دلائل بیہقی سے بھی نقل کی ہے۔[2]

الحمدللہ! کہ سرمستان بادہ توحید نے دوسری اذیتوں کے ساتھ عریانی و تشنگی، بھوک اور پیاس کی اذیت بھی برداشت کی۔ اور دوسری قربانیوں کے ساتھ لباس و پوشاک اور خورد و نوش کی قربانی بھی پیش کی۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

(۱۰) حضرت ابو رافع ؓ:

آپ حضورؐ کے غلام ہیں۔ مگر آپ کا تذکرہ مظلوم غلاموں کے ساتھ اس لیے نہ کیا گیا۔ کہ آپ ان سابقین اولین غلام صحابہؓ میں شامل نہیں جنہیں ہدف تعذیب بنایا گیا۔ ابن سعدؒ لکھتے ہیں:

''پہلے حضرت عباسؓ کے غلام تھے۔ انہوں نے حضور کو ہبہ کر دیئے تھے۔ جب حضرت عباسؓ اسلام لے آئے تو خوشی میں حضورؐ نے انہیں آزاد کر دیا۔''[3]

امام ابن سعد رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ خود ان سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ:

''میں ضعیف آدمی تھا۔ چاہ ''زمزم'' کے قریب بیٹھ کر تیر بنایا کرتا تھا۔ ایک دن وہاں تیر بنا رہا تھا کہ ابولہب اور ابوسفیان بن حارث آ گئے، ابولہب نے میرے موہنہ پر ہاتھ سے شدید تھپڑ مارا۔ میں اس سے لپٹ گیا۔ مگر ضعیف تھا۔ اس لیے ابولہب

---

[1] ''سیر الصحابہ'' جلد ہفتم ص ۲۸۱ بحوالہ مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۴۲۔

[2] ''اصابہ'' جلد ۲ ص ۱۷۵ ذکر حضرت صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ۔

[3] ''طبقات'' جلد ۴ ص ۳۷ ترجمہ حضرت ابو رافع۔

(لعین) نے زمین پر پٹک دیا۔ اور میرے سینہ پر چڑھ کر مارتا رہا۔"[1]

(۱) حضرت عروۃؓ بن مسعود:

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ طائف کے سردار اور قوم کے رئیس تھے۔ لولا نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم۔ (یعنی کافر کہتے تھے یہ قرآن دو شہروں کے عظیم شخص پر کیوں نازل نہ ہوا) کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قریتان سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔ اور رجل عظیم اہل مکہ سے ولید بن مغیرہ اور اہل طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی مراد ہیں۔[2]

۱:- امام ابن سعد رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ عروۃؓ بن مسعود ربیع الاول ۹ھ میں بمقام مدینہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ فسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باسلامہ۔ ان کے اسلام سے حضورؐ کو بڑی مسرت ہوئی۔ چند دن کے بعد حضرت عروۃؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم کی طرف واپسی کی اجازت طلب کی تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ حضورؐ نے انہیں فرمایا، جب تم انہیں اسلام کی دعوت دو گے وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ حضرت عروۃؓ نے عرض کیا (وہ تو میری اتنی تعظیم و توقیر کرتے ہیں) کہ اگر میں سو رہا ہوں تو وہ مجھے بیدار بھی نہیں کرتے چنانچہ وہ مدینہ سے روانہ ہو کر عشاء کے وقت طائف پہنچے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ قبیلہ ثقیف کے لوگ ان (اپنے سردار) کی خدمت میں (سلام عرض کرنے کے لیے) حاضر ہوئے اور انہیں زمانہ جاہلیت والا سلام کیا۔ حضرت عروۃؓ نے انہیں اس سلام سے منع کیا اور فرمایا تم جنتی لوگوں کا سلام کیا کرو (یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) اس پر قوم نے انہیں سخت ایذا و تکلیف پہنچائی۔ مگر حضرت عروۃؓ نے صبر و تحمل

---

[1] ایضاً۔ ص ۲۷۳۔

[2] "استیعاب" واصابہ ترجمہ حضرت عروۃؓ بن مسعود۔

گیا۔ لوگ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔ اور ان کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی۔ حضرت عروہؓ اپنے بالا خانے پر تھے وہیں نماز کی اذان دی فخرجت الیہ ثقیف من کل ناحیۃ اس پر قبیلہ ثقیف کے لوگ ہر جانب سے ان پر ٹوٹ پڑے اور تیر برسانے لگے۔ (جس سے وہ شہید ہوگئے)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ کی شہادت کی خبر پہنچی تو فرمایا:

مثل عروۃ مثل صاحب یاسین دعا قومہ الی اللہ فقتلوہ یعنی عروہ کی مثال انہی بزرگ کی سی ہے جن کا ذکر سورہ یٰسین میں ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا، تو قوم نے انہیں قتل کر ڈالا۔[1]

۲:- طبرانی اور حاکم نے بھی اس مضمون کی روایت کی ہے۔[2]

۳:- علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ امام ابن اسحاق رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عروہؓ اپنی قوم میں محبوب و مطاع تھے۔ وہ اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے واپس آئے اور اس امید پر اپنے دین کا اظہار کر دیا کہ ان لا یخالفوہ لمنزلتہ فیھم کہ لوگ قوم میں ان کی قدر و منزلت کے پیش نظر ان کی مخالفت نہ کریں گے۔ پس جب آپ قوم کے سامنے آئے

﴿وقد دعاھم الی دینہ رموہ بالنبل من کل وجہ فاصابہ سہم فقتلہ﴾[3]

''اور ان کو اپنے دین (اسلام) کی طرف دعوت دی تو انہوں نے انہیں ہر طرف سے تیروں پر رکھ لیا اور وہ شہید ہوگئے۔''

---

[1] ''طبقات'' جلد ۵ ص ۵۰۳، ۵۰۴ ذکر حضرت عروہ، و ''اصابہ'' ذکر حضرت عروہؓ۔

[2] ''حیات الصحابہ'' اردو حصہ اول ص ۲۰۲۔

[3] ''استیعاب'' ذکر حضرت عروہؓ۔

(۲) حضرت عبداللہؓ بن حذافہ:

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں ہجرت ثانی الی الحبشہ میں شریک تھے۔ آپ کو اسلام کی بنا پر جن مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ ان کا تصور انسان کو لرزہ براندام کر دیتا ہے۔ حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک لشکر روم کی طرف روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں حضرت عبداللہؓ بن حذافہ بھی تھے ان کو رومی قید کر کے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اور اس سے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ بادشاہ نے ان سے کہا، اگر تم نصرانی ہو جاؤ تو میں اپنے ملک و سلطنت میں شریک کر لوں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اگر تم مجھ کو اپنا سارا ملک اور تمام بلاد عرب بھی دے دو اور یہ کہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے آنکھ جھپکنے تک کے لیے پھر جاؤ، ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ اس نے کہا تو پھر میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اس بات کا تجھے اختیار ہے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا اور انہیں تختۂ دار پر چڑھا کر ان پر تیر چلائے گئے مگر انہوں نے آہ و فریاد نہ کی (فامر به فصلب وامر برميه بالسهام فلم يجزع) حضرت عبداللہؓ اس حالت میں بھی انکار کر رہے تھے۔ پھر بادشاہ نے ان کے اتارے جانے کا حکم دیا۔ اور ایک دیگ منگوائی جس میں پانی بھرا گیا اور خوب جوش دیا گیا۔ پھر ایک مسلمان قیدی کو اس دیگ میں ڈال دیا گیا۔ جب اس کی ہڈیاں ظاہر ہو گئیں (گوشت جل بھن گیا) تو حکم دیا کہ اگر یہ نصرانی نہ ہوں تو انہیں بھی دیگ میں ڈال دیا جائے۔ مگر یہ برابر انکار کر رہے تھے۔ پھر اس نے ان کو بھی دیگ میں ڈالے جانے کا حکم دے دیا۔ جب ان کو دیگ کے قریب لے گئے تو یہ رو دیئے۔ بادشاہ نے کہا انہیں واپس لے آؤ۔ اور پھر ان پر عیسائیت پیش کی۔ انہوں نے بدستور انکار کر دیا۔ تب اس نے کہا پھر رو کیوں رہے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں اس لیے رویا کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ تو اس وقت مجھے دیگ میں ڈال دے گا اور میں ختم ہو

جاؤں گا اور میری یہی ایک جان ہے جو چلی جائے گی۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ ہر ہر بال کی جگہ میرے جسم میں جانیں ہوتیں جو سب کی سب اللہ کے راستے میں اس دیگ میں ڈالی جاتیں۔

بادشاہ روم نے ان سے کہا اچھا تم میرے سر کا بوسہ لے لو، میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اور میرے دوسرے تمام مسلمان قیدی؟ اس نے کہا ان سب کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے سر کا بوسہ لیا۔ اور اس نے سب کو چھوڑ دیا۔ اور یہ ان سب کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب ساری سرگزشت کہہ سنائی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ عبداللہؓ بن حذافہ کے سر کو بوسہ دے اور اول اول میں ہی اس کام کی ابتداء کرتا ہوں چنانچہ حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور ان کے سر کو بوسہ دیا۔[1]

داستانِ ناتمام:

یہ ہے پروانگانِ شمع رسالت کی داستانِ غم۔ اور روداد بلا! مگر یہ داستانِ ابتلا ہنوز ناتمام ہے ورنہ یارانِ رسولؐ کی جانکاہی و دلسوزی اور اصحابؓ نبیؐ کے خاک و خون میں تڑپنے اور آگ میں جلنے کے واقعات کا احاطہ کم از کم علمی اعتبار سے میرے ایسے تہی دست و بے بضاعت کے بس کی بات نہیں۔

---

[1] "حیات الصحابہؓ" حصہ دوم ص ۳۱۹ بحوالہ کنز العمال جلد ۷ ص ۶۲ بروایت بیہقی و ابن عساکر اصابہ میں بھی یہ روایت بیہقی سے منقول ہے مگر مختصر ہے میں نے اس کے چند جملے حیات الصحابہؓ کی عبارۃ میں داخل کر دیئے ہیں اور خود حیات الصحابہؓ کے الفاظ میں بھی تھوڑا سا رد و بدل کیا ہے۔ (مؤلف بخاری)

قرآنِ کریم میں صحابہ کرامؓ کی مظلومیت

سیرت اور تاریخ کا وسیع دامن تو صحابہ کرامؓ کی دردانگیز مظلومیت سے مملو ہے ہی! اس سے قطع نظر قرآن کریم میں بھی اس مظلومیت و ابتلا کا تذکرہ موجود ہے۔ مورخین اسلام اور سیرت نگاروں سے پہلے خود اللہ رب العزت نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اب ذرا یارانِ رسولؐ کی مظلومیت کتاب اللہ قرآن کریم سے ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ ﴿ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس ﴾

(پارہ ۹ سورۃ انفال رکوع ۳)

"اور (مکی زندگی کی) اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے۔ سرزمین (مکہ) میں کمزور شمار کیے جاتے تھے ڈرتے رہتے تھے کہ تم کو (مشرکین مکہ) لوگ اچک لے جائیں۔"

کہیں لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں۔ تمہیں نوچ کھسوٹ نہ لیں یہ الفاظ صحابہ کرامؓ کی بے کسی، بے چارگی اور مظلومیت و بدحالی کی انتہا کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ایک دیدہ ور اندازہ کر سکتا ہے کہ یارانِ رسولؐ نے سرزمین مکہ میں زندگی کے دن کس مصیبت میں گزارے۔

۲۔ ﴿ ومالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا ﴾

(پارہ ۵ سورۃ نساء رکوع ۱۰)

"اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی

خاطر سے جہاد نہ کرو۔ جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں۔
اور کچھ بچے ہیں۔ جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو
اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں۔"

مشرکین مکہ کے ظلم و ستم، جفا دہی و سفا کی اور جور و جفا کی کیا انتہا ہوگی جب کہ قرآن کریم میں انہیں ظالم کہا جا رہا ہے۔ ان کے ظلم و جور سے تنگ آ کر آخر صحابہ کرامؓ نے ہجرت کی۔ مگر مکہ میں بہت سے ایسے ضعیف و ناتواں مرد، عورتیں اور بچے رہ گئے تھے۔ جو بے سروسامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے۔ یا انہیں کافروں نے نہ جانے دیا۔ ان مجبور و کمزور مسلمانوں کو کفار قریش جی بھر کر ستاتے تھے۔ اور وہ مظلوم و مقہور آہیں بھر بھر کر بارگاہِ رب العزت میں دعائیں کرتے تھے کہ پروردگار ان ظالموں کے پنجۂ جبر و تشدد سے ہماری نجات کی کوئی صورت پیدا فرما۔ آخر اللہ کریم نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

تو مدینہ طیبہ میں رہنے والے صحابہ کرامؓ کو ان مکہ میں مبتلائے عذاب صحابہؓ کی رہائی کے لیے جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

۱۳:- ﴿ والذین هاجروا فی الله من بعدما ظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة ولاجر الاخرة اکبر لو کانوا یعلمون ﴾

"اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے۔ اور آخرت کا اجر (تو اس سے بھی) بہت بڑا ہے۔ کاش یہ (کافر بھی) جانتے۔"
(پارہ ۱۴ سورہ نحل رکوع ۶)

۱۴:- ﴿ ثم ان ربك للذین هاجروا من بعدما فتنوا ثم جاهدوا وصبروا ان ربك من بعدها لغفور رحیم ﴾
(پارہ ۱۴ سورہ نحل رکوع ۱۴)

''پھر بے شک آپ کا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے مصیبت میں مبتلاء ہونے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور (کفار ومشرکین کی تکلیفوں پر) صبر کیا۔ بے شک آپ کا رب اس کے بعد بخشنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔''

ہجرت کی بنیاد صحابہؓ کی مظلومیت ہے:

ان ارشادات ربانی سے یہ حقیقت بھی معلوم ہوگئی۔ کہ ہجرت کی اصل واساس مظلومیت صحابہؓ پر قائم ہے۔ جب مشرکین مکہ کی فتنہ انگیزی وستم ایجادی، جلادی وسفاکی۔ اور خونریزی وخون آشامی نقطہ عروج وارتقاء پر پہنچ گئی۔ اور صحابہ کرامؓ پر قہر وغضب، ابتلاء وآزمائش تعذیب وتکلیف، ظلم وستم، اور شدت واذیت کی حد ہوگئی تب ہجرت کی اجازت ملی۔ تو ہجرت کی بنیاد صحابہ کرامؓ کی مظلومیت ومقہوریت ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

۵:- ﴿اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ﴾

''(اب جہاد کی) ان لوگوں کو اجازت دی گئی۔ جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔ محض اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں۔ ہمارا رب اللہ ہے۔'' (پارہ ۱۷ سورہ حج رکوع ۶)

جہاد کی بنیاد بھی مظلومیت صحابہؓ ہے:

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہجرت کی بنیاد واساس صحابہ کرامؓ کی مظلومیت پر قائم

ہے۔ یہاں مشروعیت جہاد کی علت بھی مظلومیت صحابہ ارشاد فرمائی گئی ہے اور صحابہ کرام کا جرم و قصور محض یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ رب العزت ہی کو اپنا رب کہتے ہیں۔ اس کے سوا ان کا کوئی گناہ نہیں۔

خونے نہ کردہ ایم و کسے را نہ کشتہ ایم

جرمم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

محض توحید باری تعالیٰ ہی پر مشرکین مکہ نے غضبناک و مشتعل ہو کر صحابہ کرامؓ کو ہدف مظالم و شدائد بنایا۔ اور اس حد تک نشانہ جور و جفا بنایا کہ آخر ان مظلوموں اور بے چاروں کو گھر بار اور وطن عزیز چھوڑنا پڑا۔ اور مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے اول حبشہ گئے پھر مدینہ طیبہ آئے۔ مگر یہاں بھی جب مشرکین مکہ نے چین سے نہ بیٹھنے دیا اور مدینہ پر چڑھائی کر کے آنے لگے کہ اسلام اور مسلمین کو مٹا دیں تب جہاد فرض ہوا۔

ایک اہم نکتہ:

صحابہ کرامؓ کی مظلومیت کے تذکرہ میں ضمناً یہ حقیقت بھی منکشف و بے نقاب ہو گئی کہ

تمام حضرات مہاجرین ناحق اور بے گناہ اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ ان کا ناقابل معافی "جرم و گناہ" اگر تھا، تو محض ایمان و اسلام اور صرف اللہ واحد کی ربوبیت و توحید کا اعتراف و اظہار۔

کس قدر غلط اندیش و غلط کار ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرات مہاجرینؓ کے دامن ایمان و عمل کو داغدار کرنے کی ناپاک سعی کرتے ہیں۔ اور ان کی شخصیت کو ہدف طعن و تشنیع بناتے پھرتے ہیں۔ کاش وہ لوگ کتاب اللہ قرآن کریم پر ایمان لے آتے، جو تمام مہاجرین حضرات کی طہارت نفس، پاکدامنی، بے لوثی اور بے گناہی کی شہادت دے رہا ہے۔

مشرکین مکہ کے جور وستم و تعدی کا سلسلہ ختم ہو گیا مگر دشمنانِ صحابہؓ کے ظلم و ستم کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے۔ بہر حال صحابہ کرامؓ کی مظلومیت غیر مختتم ہے۔ اس کے تواتر و تسلسل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

﴿فالذین هاجروا واخرجوا من دیارهم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنهم سیاتهم ولادخلنهم جنٰت تجری من تحتها الانهار۔ ثوابا من عندالله والله عنده حسن الثواب﴾

(پ۳ سورہ آل عمران رکوع ۳)

"اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیفیں دیئے گئے اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے میں ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کر دوں گا۔ اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی۔ یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔"

ایذا فی سبیل اللہ:

نصِ قرآنی کی زندہ جاوید شہادت موجود ہے کہ حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم کو ایذا و تکلیف جو دی گئی تو محض اللہ کی راہ میں دی گئی۔ اور انہیں اللہ کی طرف سے بدلہ۔ ثواب اور عوض کے طور پر جنت ملی اور اللہ ہی کے پاس حسن ثواب اور بہترین عوض ہے۔ ورنہ لوگوں نے تو ان اللہ کی راہ میں ایذا و کلفت دیئے گئے، اور گھر سے نکالے گئے حضرات صحابہؓ کو عوض میں طعن و تشنیع اور سب و شتم دیا۔ اور یہ کتنا بدترین عوض ہے۔ جو بدترین لوگوں کی طرف سے دیا گیا۔ اللہ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔

بہرحال قرآن کریم کی متعدد آیات سے صحابہ کرامؓ کی مظلومیت واضح اور ثابت ہے۔ نیز ارشاداتِ ربانی والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا اور والذین ھاجروا من بعد ما فتنوا وغیرہ سے یہ حقیقت بھی ہویدا و منکشف ہوتی کہ ظلم و ستم اور قتل و ایذاء کے بعد ہجرت عمل میں آئی۔ جب کفارِ قریش کی تند مزاجی و جفاکاری، ستم گاری و خونخواری انتہا کو پہنچ گئی تب ہجرت کا اذن و ارشاد ہوا۔ اب ذرا ہجرت سے متعلق چند سطور ملاحظہ ہوں۔

ہجرت

ہجرت حبشہ:

جب قریش کے مظالم و شدائد حد انتہاء کو پہنچ گئے اور سرزمین مکہ باوجود اپنی وسعت کے صحابہ کرامؓ پر تنگ ہوگئی۔ تو حضورؐ نے بلاکشان محبت۔ وپروانگان شمع رسالت کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔

نفس ہجرت ہی اس حقیقت کا کافی ثبوت ہے کہ خون آشام مشرکین کی خون آشامی وستم گاری اور سفاکی وجفا کاری ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔ جبھی تو جان نثاران اسلام نے وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر غریب الوطنی اختیار کی۔

(الف) حافظ ابن عساکرؒ حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿لما ضاقت مكة واوذى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وفتنوا ورأوا ما يصيبهم من البلاء والفتنة فى دينهم وان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يستطيع دفع ذلك عنهم﴾

"جب مکہ کی سرزمین تنگ ہوگئی اور اصحابؓ رسولؐ کو اذیت و تکلیف دی گئی۔ وہ ابتلاء و آزمائش میں ڈالے گئے۔ اور انہیں مصائب و بلائیں پیش آئیں اور دین سے متعلق انہیں شدید امتحان پیش آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ان اذیتوں آزمائشوں مصیبتوں بلاؤں اور فتنوں کے دور اور دفع کرنے پر قادر نہیں تھے۔

اس لیے آپ نے انہیں ارضِ حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا[1]

(ب) امام ابن سعد رحمہ اللہ امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب

---

[1] "البدایہ والنہایہ" جلد ثالث ص ۶۷۔

مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ اور انہوں نے ایمان کا اعلان واظہار کر دیا۔ تو بہت سے کفار ومشرکین اپنے اپنے قبیلہ میں سے ایمان لانے والوں پر پل پڑے۔

﴿فعذبوھم وسجنوھم وارادوا فتنتھم عن دینھم﴾

''انہیں عذاب واذیت میں مبتلا کیا اور قید کر دیا اور انہیں دین حق سے پھیرنے کے لیے فتنہ وآزمائش میں ڈال دیا۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ اور اول اول گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ قریش ساحل سمندر تک ان کے تعاقب میں نکلے۔ مگر وہ جہاز میں سوار ہو کر جا چکے تھے۔[۱]

(ج) امام ابن سعد اور ابن ہشام رحمہما اللہ نے ان چند مہاجرین ومہاجرات رضی اللہ عنہم کی پوری فہرست دی ہے۔ جس میں حضرت عثمان بن عفان کا نام مع آپ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ بنت رسولؐ سرفہرست ہے حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت مصعب بن عمیر کے اسماء گرامی بھی شامل ہیں[۲] رضی اللہ عنہم۔

(د) ابن اسحاقؒ کا قول ہے کہ پھر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے ہجرت کی۔ اور ان کے پیچھے دوسرے مسلمانوں نے۔[۳]

(ہ) مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

عام مؤرخین کا خیال ہے کہ ہجرت انہی لوگوں نے کی، جن کا کوئی حامی اور مددگار نہ تھا۔ لیکن فہرست مہاجرین میں ہر درجے کے لوگ نظر آتے ہیں۔ اس بناء پر زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ قریش کا ظلم وستم بیکسوں پر محدود نہ تھا۔ بلکہ بڑے بڑے خاندان

---

[۱] ''طبقات'' جلد اول ص ۲۰۳۔

[۲] ''طبقات'' جلد اول ص ۲۰۴۔

[۳] ''سیرت ابن ہشام'' جلد اول ص ۳۴۵۔

والے بھی ان کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جن کو انگاروں کے بستر پر سونا پڑا۔ یعنی حضرت بلالؓ، عمارؓ، یاسرؓ وغیرہ۔ ان لوگوں کا نام مہاجرین حبش کی فہرست میں نظر نہیں آتا۔ یا تو ان کی بے سروسامانی اس حد تک پہنچی تھی، کہ سفر کرنا بھی ناممکن تھا۔ یا یہ درد کے لذت آشنا تھے۔ اور اس لطف کو چھوڑ نہ سکتے تھے۔ [1]

(د) مولانا شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں:

نجاشی کی بدولت مسلمان حبش میں امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ لیکن قریش یہ خبر سن کر پیچ و تاب کھاتے تھے۔

آخر یہ رائے ٹھیری کہ نجاشی کے پاس سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے مجرموں کو اپنے ملک سے نکال دو۔ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص اس کام کے لیے منتخب ہوئے۔ نجاشی اور اس کے درباریوں میں سے ایک ایک کے لیے گراں بہا تحفے مہیا کیے گئے۔ اور نہایت سروسامان سے یہ سفارت حبش کو روانہ ہوئی۔

سفراء دربار میں گئے اور نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہم کو حوالہ کر دیے جائیں۔ درباریوں نے بھی تائید کی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔

حضرت جعفرؓ نے اس طرح تقریر شروع کی:

"ایہا الملک! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے۔ ہم میں سے ایک ایسا شخص پیدا ہوا۔ اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ شرک و بت پرستی چھوڑ دی۔ اور تمام اعمال بد سے باز آئے۔ اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی۔ اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ اسی گمراہی میں واپس آ جائیں۔"

نجاشی نے سفرائے قریش سے کہا، "تم واپس جاؤ، میں ان مظلوموں کو ہرگز

---

[1] "سیرت النبیؐ" حصہ اول ص ۲۱۹، ۲۲۰۔

واپس نہ دوں گا۔‘‘

یہ تمام واقعات مسند ابن حنبل جلد اص ۲۰۲ میں مذکور ہیں۔ ابن ہشام نے بھی تفصیل سے لکھے ہیں۔ [1]

(ر) ’’سیرت ابن ہشام‘‘ میں حضرت جعفرؓ نے قریش کے جور و ستم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

﴿فلما قهرونا وظلمونا وضيقوا علينا وحالوا بيننا وبين ديننا خرجنا الى بلادك﴾ [2]

’’جب ہماری قوم نے ہم پر قہر و ظلم کیا اور ہم کو نہایت تنگ کیا (ہمارا جینا دوبھر کر دیا) اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے۔ تب ہم نے آپ کے ملک کی طرف ہجرت کی۔‘‘

(س) ’’سیرت النبیؐ‘‘ میں ہے:

حبش میں کم و بیش ۸۳ مسلمان ہجرت کر کے گئے۔ چند روز آرام سے گزرنے پائے تھے کہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ کفار نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ سن کر اکثر صحابہؓ نے مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ لیکن شہر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے۔ اس لیے بعض لوگ واپس چلے گئے اور اکثر چھپ چھپ کر مکہ میں آ گئے۔ [3]

ہجرت ثانیہ:

(الف) ’’جو لوگ حبش سے واپس آ گئے تھے۔ اہل مکہ نے اب ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا۔ اور اس قدر اذیت دی کہ دوبارہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن اب کے ہجرت کچھ آسان نہ تھی۔ کفار نے سخت مزاحمت کی۔ تاہم جس طرح ہو سکا بہت سے

---

[1] ’’سیرت النبیؐ‘‘ حصہ اول ص ۲۲۰، ۲۲۲ ملخصاً بالفاظہ۔

[2] ’’سیرت ابن ہشامؒ‘‘ جلد اول ۳۶۰۔

[3] ’’سیرت النبیؐ‘‘ حصہ اول ص ۲۲۳۔

صحابہ جن کی تعداد قریباً سو تک پہنچتی ہے، مکہ سے نکل گئے اور حبش میں اقامت اختیار کی۔[۱]

(ب) امام ابن سعد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

جب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت اولیٰ سے واپس مکہ پہنچے۔

﴿واشتد علیہم قومہم ولقوا منہم اذیٰ شدیدا﴾

"تو ان کی قوم نے ان پر تشدد کیا اور انہیں شدید ایذا وتکلیف پہنچی۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارض حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کا حکم فرمایا:

﴿فکانت خرجتہم الآخرۃ اعظمہما مشقۃ ولقوا من قریش تعنیفا شدیدا ونالوہم بالاذیٰ واشتد علیہم مابلغہم عن النجاشی من حسن جوارہ لہم﴾[۲]

"یہ دوسری ہجرت پہلی سے بہت زیادہ تکلیف دہ تھی۔ اور مہاجرین حضرات قریش کے شدید عتاب کا نشانہ بنے اور ایذا برداشت کی نجاشی کے حسن وسلوک کی اطلاعات نے قریش کو اور زیادہ مشتعل کر دیا۔"

مہاجرین ہجرت ثانیہ کی تعداد:

امام ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ۔

اس ہجرت میں ۸۳ مردوں اور گیارہ قرشی عورتوں اور سات غیر قرشی عورتوں نے شرکت کی۔[۳] یعنی کل تعداد ایک سو ایک ہوئی۔

---

[۱] ایضاً ص ۲۲۹۔

[۲] "طبقات" جزو اول ص ۲۰۷ ذکر الھجرۃ الثانیۃ الی ارض الحبشۃ۔

[۳] "طبقات" جلد اول ص ۲۰۷۔

ہجرت الی المدینہ

امام ابن سعد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

﴿لما جعل البلاء يشتد على المسلمين من المشركين
عصفوا على اصحابه وتعنوا بهم ونالوا منهم ما لم
يكونوا ينالون من الشتم والاذى﴾

"جب مشرکین کی طرف سے مسلمانوں پر ابتلاء و سختی حد سے گزر
گئی اور انہوں نے اپنے متعلقین پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اور ان
کی توہین کرنے لگے اور صحابہ کرامؓ نے مشرکین سے وہ زبانی سب
وشتم (یعنی روحانی کلفت) اور جسمانی تکلیف و اذیت اٹھائی جو
(اس سے پیشتر) کبھی نہ اٹھائی تھی۔"

اس پر اصحابِ رسولؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ اور ہجرت کی اجازت چاہی۔ چنانچہ حضورؐ نے یثرب (مدینہ) کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی اور صحابہؓ نے ہجرت شروع کر دی۔ا

ہجرت قرآن میں؟

اللہ کی راہ میں آلام و مصائب اور شدائد و مظالم کے تحفظ اٹھانا کا نام ہے ہجرت۔

جب مشرکین مکہ نے انتہائی غیظ و غضب میں آ کر اور مشتعل ہو کر صحابہ کرامؓ پر ابتلاء و آزمائش، جور و جفا، ظلم و ستم، شدت و تنگی، ایذا و تکلیف اور تعذیب و عقوبت کی انتہا کر دی اور صحابہ مظلوم بن کر۔ ستم سہتے، ظلم برداشت کرتے، دکھ درد سہتے، ہر کلفت و اذیت اٹھاتے اٹھاتے جب پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اور سرزمین مکہ پر اللہ کا نام لینا مشکل ہو گیا۔ تو یارانِ رسولؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مدینہ طیبہ کی طرف

ا؎ "طبقات" جلد ا ص ۲۲۶ ۔

ہجرت کی۔

اہل و عیال، اعزہ و اقارب، مال و دولت اور گھر بار ہر متاع عزیز کو چھوڑا۔ وطن سے بے وطن ہوئے۔ اور محض رضائے خدا اور دین اسلام کے لیے۔

حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ وہ فضل وشرف ہے، جس کی مثال انسانیت کی پوری تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ اور یہ حضرات اس پر جتنا فخر کریں۔ کم ہے۔

اللہ کریم نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر حضرات مہاجرین کے اس فضل وشرف کا ذکر انتہائی تعریف و توصیف اور تحسین کے اسلوب و انداز میں فرمایا ہے، مثلاً:

۱:- ﴿ان الذین امنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ واللہ غفور رحیم﴾

(پارہ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۲۷)

”بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیا۔ یہی لوگ خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔“

حضرات مہاجرین رحمت الٰہی کے صرف امیدوار ہی نہیں بلکہ اس کے سزاوار بھی ہیں۔ اور آخرت میں رحمت خداوندی سے اپنے پسندیدہ مقام میں داخل ہو کر رزق حسن کے مزے لیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

۲:- ﴿والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا اوماتوا لیرزقنھم اللہ رزقا حسنا وان اللہ لھو خیر الرازقین لیدخلنھم مدخلا یرضونہ وان اللہ لعلیم حلیم﴾

”اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ پھر شہید ہو گئے یا مر گئے۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو اچھا رزق دے گا۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہتر روزی دینے والا ہے۔ وہ ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جس کو وہ (بے حد) پسند کریں گے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب

جاننے والا اور بہت حلم والا ہے۔" (پارہ ۷ سورہ حج رکوع ۸)

وہ پسندیدہ مقام کون سا ہے۔ اب ذرا اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو:

۳۔ ﴿الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنت لھم فیھا نعیم مقیم خلدین فیھا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم﴾

(پارہ ۱۰ سورۃ توبہ رکوع ۳)

"جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا۔ وہ اللہ کے نزدیک درجے میں بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا رب ان کو اپنی رحمت اپنی رضامندی اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے جن میں انکے لیے دائمی نعمت ہوگی۔ یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔"

سبحان اللہ! اعظم درجۃ عند اللہ۔ اللہ کے نزدیک سب سے اعظم درجہ اور اعلیٰ مرتبہ انہی حضرات مہاجرین ومجاہدین فی سبیل اللہ کا ہے۔ اور یہی کامیاب ہیں۔ انہیں ان کا رب اپنی رحمت، اپنی رضامندی اور غیر فانی نعمتوں سے بھرپور بہشتوں کی بشارت دیتا ہے۔

۴۔ ﴿للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون﴾

(پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع اول)

"(مالِ غنیمت) ان محتاج مہاجرین کا (بھی) حق ہے۔ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اور اپنے مالوں سے محروم کر دیے گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کے طالب ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ (ایمان میں) سچے ہیں"۔

حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین نہ صرف اپنے گھروں سے نکالے گئے بلکہ اپنے اموال و املاک سے بھی محروم کر دیے گئے لہٰذا یہ زعم باطل ہے کہ "وہ مال و جاہ کے طالب تھے۔" وہ اپنا مال و جائداد تو چھوڑ کر آئے تھے۔ وہ طالب ضرور تھے مگر صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و رضوان کے! نہ کہ مال و جاہ کے۔!!

ان قدوسیوں نے سب کو چھوڑا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد و نصرت کی۔ اور دین و ایمان میں سچے اور مخلص یہی لوگ ہیں۔ جو ان کے اخلاص اور ان کی صداقت کو داغدار کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ دین و ایمان میں خود سچا اور مخلص نہیں ہے، بلکہ منافق ہے۔

جسارت و بے باکی کی انتہا ہوئی کہ جن حضرات مہاجرینؓ کو اللہ عالم الغیب والشہادۃ صادق و مخلص کہے۔ ساری دنیا کو چھوڑ کر منافق لوگ شک و شبہ بلکہ طعن و اعتراض کریں تو انہی کے ایمان و خلوص پر! رضی اللہ عنہم۔

(۵) اب ذرا حضرات مہاجرین کے ساتھ حضرات انصار اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کی شان ملاحظہ ہو:

﴿والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجرى تحتها الانهار خلدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم﴾

"اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور

اول ہیں اور (بقیہ امت میں سے) وہ لوگ جنہوں نے خلوص
قلب سے ان کی پیروی کی۔ اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ
سب خدا سے راضی ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے
باغ تیار کر رکھے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں
ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔"

(پارہ ۱۱ سورۃ توبہ رکوع ۱۳)

حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم کا مجد و شرف اور فضل و اعزاز نقطہ عروج و کمال پر پہنچ گیا۔ جبکہ نہ صرف ان سے بلکہ ان کی مدد و نصرت کرنے والے حضرات انصار سے بھی اور قیامت تک ان کی مخلصانہ اتباع و پیروی کرنے والوں سے بھی اللہ رب العزت راضی ہیں۔ اور ان سب کے لیے جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔

جن کے نقش قدم پر چلنے والوں سے اللہ راضی ہو۔ اور جن کے پر خلوص اتباع سے جنت ملے۔ ان کا اپنا مقام اور درجہ کیا ہوگا؟ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

﴿حضرات مہاجرینؓ کے فضائل و مناقب﴾

قرآن کریم کی مندرجہ بالا چند آیات کریمہ سے حضرات مہاجرینؓ کے درج ذیل فضائل عالیہ و اوصاف حمیدہ معلوم ہوئے۔

۱:- وہ رحمت خداوندی کے امیدوار ہیں۔

۲:- ان سب کی ہجرت بلا استثناء فی سبیل اللہ تھی۔

۳:- خواہ ان میں سے کوئی شہید ہوا خواہ نہیں ہوا۔ اور اپنی طبعی موت مرا۔ سب کو اللہ تعالیٰ بہترین رزق دیں گے۔ اور پسندیدہ مقام۔

۴:- وہ اللہ کے نزدیک اعظم درجہ اور عالی مرتبہ ہیں۔

۵:- وہ سب فائز المرام اور کامیاب ہیں۔

۶:- اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت، اپنی رضامندی اور غیر فانی نعمتوں سے بھرپور جنتوں کی بشارت دی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۷:- وہ نہ صرف ملک و وطن سے نکالے گئے، بلکہ اموال و املاک سے بھی محروم کیے گئے۔

۸:- وہ صرف اللہ کے فضل و کرم اور رضا کے متلاشی ہیں۔

۹:- وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے ناصر و مددگار ہیں۔

۱۰:- وہ سب (دین و) ایمان میں مخلص (اور) سچے ہیں۔

۱۱:- ان سے اور ان کے مخلص متبعین سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

۱۲:- ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنتیں تیار کر رکھی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قطع نظر، پوری انسانیت میں کون ہے جو حضرات مہاجرین کا ان محاسن و محامد میں حریف اور شریک و سہیم یا مثیل و نظیر ہو سکے؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے فضائل و کمالات میں یکتا و منفرد ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، فضل و رحمت کی امید و طلب اور خدا اور رسول کی مدد و نصرت کے لیے ملک و وطن چھوڑا۔ اموال و املاک سے محروم ہوئے۔ اس کا بدلہ و ثواب اللہ تعالیٰ نے دارین میں کامیابی، اپنی رضامندی، آخرت میں جنت، اور جنت کی ابدی نعمتوں کی صورت میں دیا۔

اعلیٰ و ارفع مقام

اور سب سے اعلیٰ جزا یہ عطا فرمائی کہ ان حضرات کے بعد قیامت تک انسانیت کی فوز و فلاح اور نجات ان کے قدموں سے وابستہ کر دی۔ انہی لوگوں سے اللہ راضی ہوگا۔ اور انہی کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا۔ جنہوں نے اخلاص و احسان کے ساتھ ان کی اتباع و تقلید کی ہوگی۔ یعنی جو بدقسمت حضرات مہاجرینؓ کی اتباع اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت سے محروم ہوں گے۔ وہ اللہ کی رضا اور جنت سے بھی محروم رہیں گے۔ جنت انہیں کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

یہ درجہ و مقام درحقیقت حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ یہ منصب اللہ کے انبیاء و رسل کے بعد اگر ملا تو حضرات صحابہ کرام مہاجرین و انصار کو ملا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تجزیہ فکریہ:

اس بحث سے چند امور و حقائق کا استنباط و استخراج ملاحظہ ہو۔

۱۔ یہ ظاہر ہے کہ عموماً دنیا اسلام کے جھنڈے تلے بذریعہ جہاد آئی۔ اور جہاد صحابہ کرامؓ کی مظلومیت کی بناء پر مشروع اور واجب ہوا اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔

۲۔ اللہ کی رضا اور جنت کا دخول حضرات مہاجرین و انصار کی پُر خلوص اتباع و

پیروی پر منحصر ہے۔ والذین اتبعوھم باحسان.........

۳:- اور جہاد کی طرح ہجرت کی اساس و بنیاد بھی حضرات صحابہ کرامؓ کی بلاکشی و مظلومیت پر قائم ہے۔ والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ماظلموا.........

ان تین مقدمات مسلمہ و اصول موضوعہ کی بناء پر یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ:

> دنیا کو اسلام اور مسلمانوں کو دین و ایمان، دنیا کی عزت و کامیابی، اور آخرت کی نجات و فلاح جنت اور خلود جنت جو کچھ بھی ملا، سب ان مظلوم و مقہور صحابہؓ کرام کی اس لرزہ انگیز مظلومیت و مقہوریت کے صدقہ ملا، جس کے تصور و تذکرہ سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کلیجہ منہ کو آتا ہے اور جس کا تھوڑا سا ذکر و بیان ہماری اس مختصر سی تالیف کا موضوع ہے۔

ایک نکتہ:

جب دنیا کو دین و ایمان ملا ہی حضرات مہاجرینؓ کی تعذیب و مظلومیت اور ابتلاء و مصیبت کے صدقہ! تو جو لوگ حضرات مہاجرینؓ خصوصاً سابقین اولین سے قلبی بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ وہ دین و ایمان سے کب بہرہ یاب ہو سکتے ہیں۔؟ قطعاً نہیں ہو سکتے۔

دعا

دعا ہے کہ ربّ العزت ان عاشقانِ پاک طینت ان بادہ نوشان و سرمستانِ ازل، ان کشتگان تسلیم و توحیدان پروانگانِ شمع رسالت و نبوت، ان بلاکشان محبت ان سوختگانِ آتش اور غلطیدن گانِ خاک وخون کی ہمیں دنیا میں محبت و الفت عقیدت و مودت۔ اور اتباع و اطاعت نصیب فرمائے۔ اور آخرت میں ہمارا حشر ان کے ساتھ ہو۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

وصل علی حبیبک ونبیک سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین خصوصًا علی السابقین الاولین من المهاجرین الذین هاجروا فی اللہ من بعد ماظلموا

تعطیر الانام فی تعبیر المنام

خوابوں کی تعبیر کا

انسائیکلوپیڈیا

انسانی زندگی میں روزمرہ پیش آنے والے بے شمار خوابوں کی ہزارہا
تعبیرات پر مبنی سب سے مفصل، مستند اور جامع ترین کتاب
تعطیر الانام فی تعبیر المنام کا انتہائی مفید اور سلیس ترجمہ

مؤلف

علامہ عبدالغنی نابلسی

ترجمہ وتحقیق

مولانا خالد محمود صاحب

(فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

خواتین کے لئے

اصلاحی بیانات

اسلام میں خواتین کا مقام، حقوق و فرائض، تعلیم و تربیت
اور اصلاحِ باطن کے موضوعات پر اکابر علمائے کرام
کے عام فہم اصلاحی بیانات کا مجموعہ!
یعنی خواتین سے اکابرین کا خطاب

تقریظ
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

مرتب
مولانا محمد ناظم اشرف

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۷۳۵۲۴۸۳